عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

INTERNATIONAL URDU WEEKLY — KHATM-E-NUBUWWAT — KARACHI PAKISTAN

ہفت روزہ ختم نبوۃ

جلد نمبر ۱۵ | ۱۰ تا ۱۶ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ بمطابق ۲۶ جولائی تا یکم اگست ۱۹۹۶ء | شمارہ نمبر ۹

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی کی خاص تحریر

صبر و شکر اور ان کے درجات

مرزا غلام احمد قادیانی اور دعویٰ وحی

شہیدانِ ناموسِ رسالت اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تقاضے

قیمت: ۵ روپے

رضاعی بھتیجی سے نکاح حرام ہے

سوال :۔۔۔۔ مجھے ایک شادی کے سلسلے میں ایک مسئلہ درپیش ہے آپ سے التماس ہے کہ مجھے اس مسئلہ کا فتویٰ تحریر کرکے میری اس مشکل کا حل تحریر فرمائیں۔ مسئلہ کچھ یوں ہے کہ میرے دو سگے بھائی (خونی رشتہ کے) ہیں دونوں ایک دوسرے کے بچوں یعنی بڑے بھائی کا لڑکا اور ان سے چھوٹے بھائی کی لڑکی کا رشتہ کرنا چاہتے ہیں جبکہ کسی وجہ سے بڑے بھائی کے لڑکے نے دادی کا دودھ پیا ہوا ہے آیا ان دونوں کی شادی ہوسکتی ہے کہ نہیں۔

جواب :۔۔۔۔ بڑے بھائی کا لڑکا اپنی دادی کا دودھ پی کر ان کا رضاعی بیٹا اور آپ بھائیوں کا رضاعی بھائی بن گیا اور چھوٹے بھائی کی لڑکی اس کی رضاعی بھتیجی ہوگئی اور رضاعی بھتیجی سے نکاح اس طرح حرام ہے جس طرح حقیقی بھتیجی سے حرام ہے۔

الھدایۃ ص ۳۵۱ ج ۲) یحرم من الرضاع مایحرم من النسب

بیوی کی سوتیلی ماں سے نکاح

سوال :۔۔۔۔ ایک شخص اپنی بیوی کی موجودگی میں بیوی کی سوتیلی ماں سے شادی کرنا چاہتا ہے کیا شرعاً یہ شادی جائز ہے؟

جواب :۔۔۔۔ بیوی کی سوتیلی ماں سے نکاح جائز ہے۔

(کمافی بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۶۳

ویجوز الجمع بین امراۃ و بنت زوج کان لھا من قبل او بین امراۃ و زوجۃ لابیھا وھما واحد لانہ لارحم بینھما فلم یوجد الجمع بین ذواتی رحم۔۔۔۔الخ

(کمافی فتاویٰ الھندیۃ ج ۲ ص ۲۷۷)

ویجوز بین امراۃ و بنت زوجھا فان امراۃ لوفرضت ذکراحلت لہ تلک البنت بخلاف العکس۔۔۔الخ

سوال :۔۔۔۔ عزل طریقہ مروجہ کے مطابق کرنا جائز ہے یا نہیں؟ یعنی فرنچ لیدر (غبارے) وغیرہ کا استعمال کرنا یا مانع حمل دوا کا استعمال کرنا جبکہ عورت کی اجازت ہو کیسا ہے؟

صفحہ ۲۷ پر

اخبار جہاں میں آپ کے خواب اور ان کی تعبیر کے کالم نویس مولانا مفتی منیر احمد اخون کی شاندار اصلاحی پیشکش

ماہنامہ نیاز کراچی

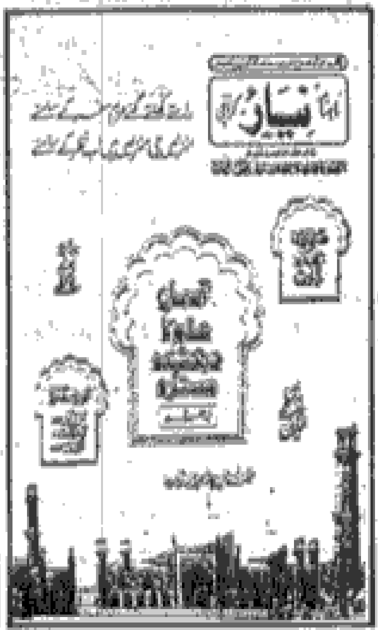

کا پہلا شمارہ منظر عام پر آچکا ہے

آسمان علم کا درخشندہ ستارہ

● ایک ایسے قلندر کی داستان جس نے ترکستان کی جنت ارضی کو خدا کے نام پر خیرباد کہہ کر جنت عدن کی راہ پر قدم رکھا اور اس کی قابل رشک موت پر ابھی تک وجد میں آگئی (ایک شیخ وقت کے قلم سے)

ماضی کی دنیا سے

● اندلس ان نیک بندیوں کے حالات جن کی عبادت و اطاعت پر اولیاء اللہ بھی محو حیرت تھے

● مسلمانوں کا وہ دور حکومت جس پر زمین و آسمان بھی فخر کرتے تھے

● (عظیم مؤرخ سید ابوالحسن علی ندوی کی ولولہ انگیز تحریر) [illegible]

خوابوں کی دنیا، تعبیر کے آئینے میں اصلاح و ہدایت کا بہترین سلسلہ

آج ہی منگوائیے اور سالانہ خریدار بنئے

مثالی بچے، شرعی و روحانی مسائل، خواتین کی دنیا

ترسیل زر کے لئے: مولانا مفتی منیر احمد اخون، الائیڈ بینک آف پاکستان، بنوری ٹاؤن برانچ کراچی

زر خریداری اندرون ملک: فی پرچہ ۔۔۔ ۱۰ روپے، سالانہ ۔۔۔ ۱۲۰ روپے

زر خریداری بیرون ملک: امریکہ و یورپ ۔۔۔ ۳۰ امریکی ڈالر، مشرق وسطی ۔۔۔ ۷۰ ریال

رابطہ کیلئے: شعبہ نشر و اشاعت خانقاہ یوسف چشتیہ ٹرسٹ، ۱۸۵۔ اے بلاک ڈی نارتھ ناظم آباد کراچی ۔۔۔ فون: 6673911

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

INTERNATIONAL URDU WEEKLY
KHATME NUBUWWAT
KARACHI PAKISTAN

ہفت روزہ ختم نبوۃ

جلد ۱۵
شمارہ ۹

REGD: NO.SS-160

سرپرست
حضرت مولانا خواجہ خان محمد زید مجدہ

مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

مدیر مسئول
عبدالرحمن باوا

اس شمارے میں

اداریہ	۴
شیدائی ناموس رسالت اور عشق رسولؐ کے تقاضے	۷
تبصرہ شعر	۱۰
مرزا غلام احمد قادیانی اور دعویٰ وحی	۱۲
قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ	۱۵
تحریک جہاد کا وبال	۱۸
مرزا قادیانی کی کہانی۔ تاریخی حقائق کی زبانی	۲۰
اخبار ختم نبوت	۲۳
صنف نازک کا مرتبہ	۲۵

مجلس ادارت
مولانا عزیز الرحمن جالندھری ○ مولانا اللہ وسایا
مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر ○ مولانا منظور احمد چنیوٹی
مولانا محمد جمیل خان ○ مولانا سعید احمد جلالپوری

مدیر
حسین احمد نجیب

سرکولیشن منیجر

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

ٹائیٹل و تزئین
ارشد دوست محمد

اندرون ملک چندہ
سالانہ ۲۵۰ روپے
ششماہی ۱۲۵ روپے

بیرون ملک چندہ
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا ... امریکی ڈالر ... سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت ...
اور افریقی ممالک ۶۰ امریکی ڈالر
چیک ... ہفت روزہ ختم نبوت ... کراچی پاکستان ارسال کریں

قیمت ۵ روپے

مرکزی دفتر
حضوری باغ روڈ ملتان فون نمبر 514122

رابطہ دفتر
جامع مسجد باب الرحمت ... پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی
فون 7780337 فیکس 7780340

LONDON OFFICE
35 STOCKWELL GREEN
LONDON SW9 9HZ U.K.
PHONE 071-737-8199

پبلشر: عبدالرحمن باوا ۔ طابع: سید شاہد حسن ۔ مطبع: القادر پرنٹنگ پریس ۔ مقام اشاعت: ... کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شاید کہ اتر جائے ترے دل میں میری بات!

مروجہ سیاست اور اس کے داؤ پیچ ہمارے مقاصد سے علیحدہ موضوع ہے۔ تاہم دینی نقطہ نظر سے جہاں ضرورت ہوتی ہے اظہار خیال لازمی ہو جاتا ہے۔ پاکستان کیسے وجود میں آیا؟ اس کے پس پردہ عوامل کیا تھے؟ اس سے قطع نظر' بانیٔ پاکستان اور ان کی جماعت نے اللہ کو حاضر و ناظر جان کر اللہ سے عہد کا اعلان کیا تھا اور مسلمان عوام اور علماء کرام سے جو وعدے کئے تھے ان کے مطابق اسلام کے ہر شعبۂ زندگی میں عملی نفاذ کے ذریعے ملتِ اسلامیہ کی عظمتِ رفتہ کے احیاء کی خاطر مسلم اکثریت کے صوبوں پر مشتمل مملکت کا قیام قرار دیا گیا تھا۔ چنانچہ تحریک پاکستان میں برصغیر ہند کے مسلم اقلیتی صوبوں کے مسلمانوں نے سب سے بڑھ کر حصہ اسی بناء پر لیا تھا۔ قیام پاکستان کے ساتھ ہی اس نئی مملکت کو وجود میں لانے والے اسباب و عوامل کو موضوع بحث بنا کر بھانت بھانت کی بولیاں سنائی دینے لگیں' اور یہ بحث آج تک جاری ہے۔ مباحثوں اور مذاکروں کے لئے سیمینار منعقد کئے جاتے ہیں' میڈیا کے ذریعہ دانشوروں کی طرف سے الجھاؤ اور سلجھاؤ کے طریقے اپنائے جاتے ہیں۔ لیکن سرا ڈھونڈنے کی یا تو کوشش نہیں کی جاتی یا وہ ملتا ہی نہیں ہے۔ روزنامہ جنگ کراچی میں ارشاد احمد حقانی صاحب نے ایسے ہی ایک مذاکرے کا احوال لکھتے ہوئے موجودہ بحران کے عوامل اس طرح بتائے ہیں:

"اس کے بعد انہوں نے بلوچستان اور سرحد اور ایک حد تک سندھ کے قوم پرست حلقوں کے معروف استدلال سے اپنی تقریر کی ابتدا کی۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان ایک کثیر القومیتی ملک ہے اور روز اول سے اس حقیقت کو عملاً" تسلیم نہیں کیا گیا اس کے برعکس لاہور نے جس سے ان کی مراد پنجاب تھا سیاسی اور انتظامی سطح پر تمام فیصلے کئے اور انہی فیصلوں کی وجہ سے ملک ٹوٹا' صحیح وفاقی نظام قائم نہ ہو سکا' قومیتوں کو ان کے حقوق نہ ملے۔ قائد اعظم کے واضح نظریات پر عمل نہ ہو سکا۔ (انہوں نے قائداعظم کی ۱۱ اگست ۱۹۴۷ء والی تقریر کا حوالہ دیا اور اس کے اقتباسات پڑھ کر سنائے) انہوں نے یہ بھی کہا کہ لاہور نے اپنے آپ کو نظریۂ پاکستان کا اجارہ دار سمجھا حتیٰ کہ چھوٹے صوبوں کے سیاستدانوں کی حب الوطنی بلکہ ان کے اسلام کا پیرو ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ بھی اس نے اپنے ہاتھ میں رکھا۔ اچکزئی نے کہا کہ پنجاب نے نہ تو قومیتوں کے وجود اور ان کے حقوق کو تسلیم کیا اور نہ بنگالیوں کی اکثریت کے تقاضوں کے آگے سر جھکایا............ انہوں نے شکایت کی کہ ملک میں کرپشن کا دور دورہ ہے اور اس کی کئی شکلیں ہیں فوج اور سول بیورو کریسی رات دن کرپشن کر رہی ہے لیکن کوئی اس کا نوٹس لینے کی جرأت نہیں رکھتا۔ جن فوجی افسروں نے آئی جے آئی بنوائی انہوں نے کرپشن کی۔ اسد درانی کو انتخابی اور سیاسی مقاصد کے لئے کروڑوں روپے تقسیم کرنے کا اختیار کس نے دیا تھا پارلیمینٹ کی بالادستی اور حاکمیت کو آج تک تسلیم نہیں کیا گیا اور تمام فیصلے سول اور فوجی بیورو کریسی کرتی ہے جس پر پنجاب کا غلبہ ہے۔ انہوں نے انتباہ کیا کہ اب اگر ملک کو بچانا ہے تو ایسا صرف سچ بولنے اور سچ پر عمل کرنے سے ہی ممکن ہو گا۔ بحران بہت سنگین ہے اور اس کو حل کرنے کی کوشش نہ کی گئی تو ملک آئندہ چند ماہ میں خانہ جنگی کی لپیٹ میں بھی آ سکتا ہے۔"

(روزنامہ جنگ ۱۱ جولائی ۱۹۹۶ء)

الجھاؤ کا بنیادی نکتہ ہی یہ ہے کہ پاکستان کا وجود تو دو قومی نظریہ کی بنیاد پر عمل میں آیا تھا' پنجابی یا دیگر علاقوں پر مشتمل قوموں یا قومیتوں کے اشتراک عمل کا نتیجہ نہیں تھا۔ قیام پاکستان کے معاند ہندو اکثریت کے مقابل "مسلمان قوم" کو لسانی و علاقائی قومیتوں میں تقسیم کرنے کی انتہائی گھناؤنی خفیہ سازش بروئے کار لائی گئی۔ پنجاب کے حوالے سے جس "بیورو کریسی" کے غلبہ و کرپشن کا واویلا ہے اس کو غور سے دیکھنے کی یا تو کوشش نہیں کی گئی یا پھر تجاہل عارفانہ اپنا کرشمہ دکھاتا رہا ہے۔ اس تحریر کا ایک اہم جملہ یہ بھی ہے۔ "اب اگر ملک کو بچانا ہے تو ایسا صرف سچ بولنے اور سچ پر عمل کرنے سے ہی ممکن ہو گا۔"

ارباب سیاست و دانش کو سچ کی تلاش پر آمادہ دیکھ کر سچ کی طرف چند اشارات کر دیئے جائیں تو شاید گم گشتہ راہِ منزل کے آثار دکھائی دے جائیں۔

○ یہ بھی ایک سچ ہے کہ آج پاکستان میں جتنے وڈیرے' جاگیردار اور سردار نظر آتے ہیں وہ انگریزوں کے بنائے ہوئے ہیں' جنہوں نے برصغیر کے ان پسماندہ و دور افتادہ خطوں میں انگریزی قدم مستحکم کرنے کی خاطر حریت پسندوں کی مخبری' انگریزوں کے ساتھ وفاداری اور قوم و ملک سے غداری کے صلے میں جاگیریں اور سرداریاں حاصل کیں اور اپنے ہی علاقوں کے عوام کا بری طرح سے کچل کے رکھ دیا کہ وہ انگریزی اور سرداری نظام کی دوہری غلامی میں پوری ایک صدی تک کراہتے رہے۔ یہ وڈیرے' جاگیردار اور سردار اپنی پوری قوت اور آن بان کے ساتھ پاکستان کے چاروں صوبوں کے عوام پر آج بھی مسلط ہیں۔

○ قیام پاکستان 'احیاء اسلام کے عنوان سے عمل میں آیا۔ انگریزی غلامی کی بیڑیاں اتار کر سیاسی آزادی کی فضا میں سانس لینے کی تیاری کرنے والی "قوم مسلم" اگر ذرا سنبھل جاتی تو وہ یقیناً "ان غدار خاندانوں کو تلاش کرتی جنہوں نے غلامی کی بیڑیاں کسنے میں انگریزوں کا ساتھ دیا تھا۔ ذرا غور سے دیکھا جائے تو لسانی و علاقائی قومیتوں کا مذکورہ بالا الجھاؤ پیدا کرنے میں احتساب کا خوف ہی حقیقی عامل تھا جس نے پھر مختلف اوقات میں نئے نئے انداز اپنا لئے!

○ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں ناکامی کے بعد علماء حق اور مسلم حریت پسندوں کی ایک بڑی تعداد کو پھانسیوں پر لٹکا دیا گیا تھا۔ تاہم "جہادی" جذبہ مسلمانوں کی سرشت میں رچا بسا تھا۔ علماء حق جہادی جذبے کو بیدار کرنے اور رکھنے میں راہنمائی کا فریضہ ادا کر رہے تھے۔ انگریز دانشوروں کے مشورہ پر اس جذبہ جہاد کو ختم کرنے کے لئے بہت سی جہتوں پر (جن کی تفصیل غیر ضروری ہے) یکے بعد دیگرے "مہم جوئی" کا وطیرہ اپنا 'اور ہر جہت سے علماء حق کی ذات اور ان کی مساعی کو "ہدف" بنایا گیا۔

اس تمام تر حیلہ سازی کے باوجود بھی "جہادی جذبہ" سرد ہوتا نظر نہ آیا تو مرزا غلام احمد قادیانی کے عیسائی پادریوں کے مقابل اسٹیج تیار کر کے پہلے اسے مناظر اسلام کی سیڑھی پر چڑھایا اور پھر مصلح 'محدث' مہدی 'مسیح موعود کی سیڑھیاں چڑھاتے ہوئے ظلی و بروزی کے خیالی چلمن کی آڑ میں "نبوت" کے تخت پر بٹھانے کی سازش روبہ عمل لائی گئی۔ بعد میں ظلی و بروزی چلمن بھی اتار پھینکا گیا اور یہ ناہنجار "نبوت" کے دعوے کے ساتھ بزعم خود "محمد رسول اللہ" سے بھی افضل ہونے کے راگ الاپنے لگا۔ العیاذ باللہ

مرزا غلام احمد قادیانی کے مناظروں کے اسٹیج سجانے والے اب تلملائے اور اس کو چھوٹے چھوٹے مناظروں اور خط و کتابت کے ذریعے اس حماقت کے چھوڑنے کی تلقین کرنے لگے۔ یہی وجہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے حین حیات میں گورداسپور اور اس کے نواحی اضلاع سے باہر کے علمائے حق اس فتنہ عظیمہ کی ماہیت سے کماحقہ' باخبر نہ ہو سکے۔

انگریزی حفاظت میں نبوت کاذبہ کا پودا جڑ پکڑ چکا تھا۔ مسیلمہ پنجاب رخصت ہوا اس کی ذریت انگریزی ملازمتوں کے عنوان سے برصغیر کے طول و عرض میں پھیلا دی گئی۔ ملک و ملت سے غداری اور انگریز سے وفاداری کے صلے میں جاگیریں اور سرداریاں حاصل کرنے والے خاندانوں کے ذمہ قادیانی ذریت کی حفاظت کا فریضہ بھی عائد کر دیا گیا۔ عیسائی مشنریوں کے انداز تبلیغ کو اپنا کر "قادیانیت" کا پھیلاؤ شروع ہوا۔ "سول اور فوجی بیوروکریسی" میں قادیانی عناصر کو انگریزی عملداری کے تحفظ کے ساتھ مسلط کرنے کی راہ اختیار کی گئی۔

پاکستان بن گیا۔ انگریزی نظام و مزاج کا تسلسل قائم رہا۔ مسلمانوں سے کئے ہوئے وعدے ہوا ہو گئے۔ خفیہ ہاتھوں نے سر ظفر اللہ قادیانی کو پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ مقرر کروایا۔ پاکستانی وزارت خارجہ کے اندرون و بیرون ملک دفاتر قادیانیوں کے گڑھ بنا دیئے گئے۔ فوج اور سول بیوروکریسی پر قادیانی تسلط مزید مضبوط کر دیا گیا۔ مملکت پاکستان کی "اسلامی حیثیت" تسلیم کرنے میں انتہائی پس و پیش کیا گیا۔ ۱۹۵۳ء میں خالص دینی مطالبے پر جنرل اعظم خان جیسے دشمن ناموس رسالت کی سرکردگی میں لاہور اور پنجاب کے گلی کوچوں کو مسلمانوں کے خون سے نہلا دیا گیا۔ سرداری و جاگیرداری سیاست کی ڈرائنگ روم اکھاڑ پچھاڑ جاری رہی' ملک نو سال تک بے آئین رہا' ۱۹۵۶ء میں کسی عنوان سے آئین وجود میں آیا تو مسلمان عوام کو مرضی سے حکمران منتخب کرنے کا عندیہ ملا۔ جاگیرداری نظام کے گماشتوں میں خوف کی لہر دوڑ گئی ۱۹۵۸ء میں ایوب خان کو بطور محافظ سامنے لایا گیا۔ مارشل لاء کے عنوان سے جاگیرداری نظام بھی محفوظ رہا اور قادیانی ذریت کو مزید پھلنے پھولنے کے مواقع میسر آئے۔ یہی وہ دور ہے جب بیوروکریسی کے دونوں بڑے شعبوں پر مسلط قادیانی عناصر نے علاقائی قومیتوں کے جنم لینے کی فضا تیار کی اور پھر پروان چڑھا کر اتنا طاقتور بنا دیا کہ بوقت ضرورت بنگالی قومیت نے مرکز کو آنکھیں دکھائیں تو نصف پاکستان ہی کاٹ کر پھینک دیا گیا۔ ایوب خان' یحیٰی خان جیسے بے ضمیر انسان کو مسلمانان پاکستان پر مسلط کر کے مذکورہ بالا انگریز کے وفاداروں کو تحفظ فراہم کر گئے۔ مشرقی پاکستان کو پاکستان سے کاٹ کر یحیٰی خان بھی اقتدار سے الگ کر دیئے گئے۔ "جاگیردار" ذوالفقار علی بھٹو مسند اقتدار پر مسلط ہوئے۔ جاگیرداروں کے خلاف اٹھنے والی ہر "نگاہ غلط" کو ختم کرنا ان کا اولین مقصد تھا۔ بیوروکریسی میں اس وقت قادیانی اس قدر طاقت ور عنصر کی حیثیت اختیار کر گئے تھے کہ تینوں فوجی سربراہ اور تقریباً" اٹھارہ جنرل قادیانی گروہ سے تعلق رکھتے تھے۔ پاکستان کو قادیانی اسٹیٹ بنانے کا منصوبہ روبہ عمل آنے سے پہلے ۔۔۔۔۔ شاید مقتدر طبقے کو فکر و عمل میں مزید مہلت اور مسلمان عوام پر اتمام رحمت کے لئے راز کھول دیا گیا اور ۔۔۔۔۔ اس کا تار پود بکھیر دیا گیا۔

مختصر اشارات پیش کرنے کا واحد مقصد یہ ہے کہ ہمارے "دانشور" اور سیاستدان واقعتہ" پاکستان کو کسی بحرانی کیفیت میں مبتلا دیکھ رہے ہیں کہ اس کے نتیجہ میں "ملک آئندہ چند ماہ میں خانہ جنگی کی لپیٹ میں آ جائے گا۔" تو ان کو انگریزی عینک اتار کر 'مغربی اندھیروں میں جھانکنے کی بجائے "اسلام" کی سچی اور حقیقی روشنی میں آنکھیں کھول کر بغور دیکھنا پڑے گا۔ تب معلوم ہو گا کہ "صراط مستقیم" سے کہاں اور کیسے بھٹکے 'غلط راہوں پر چلنے سے کہاں کہاں ٹھوکر کھائی۔ پھر عزم صمیم کے ساتھ صراط مستقیم کی طرف پلٹنا ہو گا اور یہ "دلیل" کے بغیر ناممکن ہے۔ اور "صراط مستقیم" کے دلیل یعنی راستے سے واقف علماء حق ہیں روز ۱۸۵۷ء سے

اب تک کی کج راہیوں کی نشاندہی کریں گے اور صراط مستقیم تک پہنچائیں گے۔ قوموں کی زندگی میں کہا جاتا ہے کہ ایک دن سو سال کا ہوتا ہے۔ نصف دن الجھاؤ میں گزار دیا۔ اگر یہی روش جاری رہی تو مکافات کا عمل شروع ہوگا۔ اللہ کو اپنی زمین پر اپنا دین اسلام قیامت تک زندہ رکھنا ہے' اور یہ کام انسانوں ہی سے لیا جائے گا اگر پاکستان کے مقتدر طبقات اور عوام اللہ کے دین کو قائم رکھنے میں دلچسپی نہیں لیں گے تو اللہ تعالیٰ کو بد عہد اور بے وفا قوم سے کیا سروکار؟ یہود۔۔۔۔۔ انبیاء کی اولاد' بد عہدی کی سزا ابدی ذلت و مسکنت کی صورت میں بھگت رہی ہے اور ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ آیہ کا قرآنی حکم تا قیامت نافذ العمل رہے گا۔

سرداروں' جاگیرداروں' وڈیروں' تاجروں' صنعتکاروں اور پاکستان کے عوام کے لئے شاید ایک موقع اور ہے کہ "اب اگر ملک کو بچانا ہے تو ایسا صرف سچ بولنے اور سچ پر عمل کرنے ہی سے ممکن ہوگا۔" اور سچ یہ ہے کہ پاکستان صرف اور صرف اسلام کا ابدی نظام نافذ کرنے کے لئے وجود میں آیا تھا۔ مزعومہ قومیتوں کے مزعومہ حقوق کے نام پر مسلمانان برصغیر نے لاکھوں جانوں کی قربانی نہیں دی تھی۔ یہ چیزیں تو انگریزی دور میں بھی کسی طور میسر تھیں اور سیکولر ہندوستان میں بھی حاصل ہو سکتی تھیں پھر سیکولر پاکستان بنانے کی سعی ناشکور کی کیا ضرورت پیش آئی تھی؟ اے کاش کہ ہمارے "مقتدر" اور "دانشور" حضرات اس پہلو سے غور و فکر کی صلاحیت اپنے اندر پیدا کرلیتے۔ اور سچ بولنے اور سچ پر عمل کی روش کو حرز جان بنالیتے۔ اللھم اھدنا الصراط المستقیم

قاری عبدالحلیم چشتی انتقال فرماگئے

قرآن کریم سے انتہائی گہرا اور قلبی تعلق رکھنے والے' حضرت قاری فتح محمد صاحب قدس سرہ سے شرف تلمذ رکھنے والے قرآنی کمپیوٹر سے معروف قاری عبدالحلیم چشتی بروز منگل مورخہ ۲۵ جون ۱۹۹۶ء دن کے ساڑھے گیارہ بجے قلب بند ہو جانے سے اس دار فانی کو چھوڑ کر عالم جاودانی کی طرف منتقل ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ حضرت صاحب کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

قاری عبدالحلیم چشتی سن ۱۹۴۶ء میں پیدا ہوئے۔ قاری کریم الدین صاحب سے قرآن کریم پڑھا اور ملک کے دیگر معروف قراء کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرکے اپنا قرآن کریم پختہ اور درست کیا۔ اسی دوران اپنے وقت کے معروف و مشہور بزرگ استاذ القراء حضرت مولانا قاری فتح محمد صاحب پانی پتی ثم المہاجر مدنیؒ کو بھی قرآن کریم سنا کر ان سے سند قراءت و تجوید حاصل کی۔

قاری عبدالحلیم صاحب نے اپنی پوری زندگی قرآن کریم پڑھنے اور پڑھانے میں صرف کی۔ آپ کو قرآن کریم سے انتہائی شغف اور تعلق تھا۔ قرآن کریم انتہائی پختہ یاد تھا۔ پورے قرآن کریم میں شاید ہی کوئی غلطی آئی ہو۔ متشابہات قرآن پر مکمل اور حیرت انگیز دسترس حاصل تھی۔ قرآن کریم کے جس نسخہ میں انہوں نے حفظ کیا تھا اس کا ایک ایک لفظ اور ایک ایک صفحہ آپ کے ذہن میں نقش تھا۔ قرآن کریم کا وہ نسخہ ہر وقت اپنے ساتھ رکھتے تھے۔

قرآن کریم میں کتنی سورتیں اور کتنی آیات ہیں۔ یہ تو اکثر قراء کو یاد ہوتی ہیں۔ لیکن قاری عبدالحلیم صاحب کا یہ کمال تھا کہ ہر سورت پر رکوع' ہر صفحہ اور ہر پارے میں کتنی آیات ہیں بلکہ آیات میں ہر آیت کے کتنے اجزاء ہیں یہ باتیں بھی ازبر تھیں۔ قاری صاحب اپنی اس مہارت کاملہ کا جگہ جگہ مظاہرہ کیا کرتے تھے اور سننے والے عش عش کر اٹھتے تھے اور قرآن کریم کے اس معجزہ پر ورطۂ حیرت میں پڑ جاتے تھے کہ اس زمانہ میں بھی کمال کا حافظہ رکھنے والے موجود ہیں۔

کوئی شخص آپ کو صفحہ بتاتا آپ فوراً" بتاتے کہ اس صفحہ کا پہلا حرف یہ ہے۔ آیت نمبر یہ ہے سورۃ نمبر یہ ہے۔ اس صفحہ کا آخری حرف آخری آیت بھی بتاتے۔ اس صفحہ میں کتنے رکوع ہیں بتاتے۔ یہ آپ کا ایک معمولی مظاہرہ تھا۔ باقی عجیب و غریب انداز سے مظاہرہ کرتے تھے۔ اور سننے والوں کی زبان سے آپ کے صحیح جوابات سن کر بیساختہ سبحان اللہ الحمد للہ کے الفاظ نکل پڑتے۔

اسی طرح کا ایک مظاہرہ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب مدظلہ کے سامنے کیا تو حضرت اس قدر خوش ہوگئے اٹھ کر گلے لگایا اور اس وقت جو کچھ جیب میں تھا انعام کے طور پر آپ کی نذر کردیا۔ اور کہا اس سے بھی زائد اس وقت میرے پاس ہوتا وہ بھی آپ کی نذر کردیتا۔

سعودی عرب کے عمرے کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں ائمہ حرمین شریفین کے سامنے مظاہرہ کیا تو وہ بھی حیران رہ گئے۔ کہ قرآن کریم پر اس قدر عبور بھی ہو سکتا ہے۔ خصوصاً" مسجد نبویؐ کے امام شیخ عبدالرحمان الحزیفی مدظلہ تو بہت ہی مسرور ہوئے اور آپ کو بہت دعاؤں سے نوازا اور اس قدر متاثر ہوئے کہ اپنے صاحبزادے کو قاری صاحب کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے درخواست کی کہ آپ اسے دم کردیں۔

قاری صاحب کی یہ خواہش تھی کہ کسی طرح دوسرے حفاظ و قراء بھی اپنے اندر یہ کمال پیدا کریں۔ اس کے لئے قاری صاحب نے اپنی زندگی بھر کے تجربات "القرآن الکریم مع تشریح المتشابہات" کے نام سے قرآن کریم شائع کیا جس میں تمام متشابہات کی نشاندہی کی۔ قاری صاحب نے ایک مدرسہ بھی "مدرسہ حفظ القرآن الکریم" کے نام سے قائم کیا۔ یہ دونوں چیزیں قاری صاحب کے لئے صدقہ جاریہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت قاری صاحب کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے ان کے درجات بلند فرمائے۔ ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔ ادارہ ان کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

محمد اشرف کھوکھر۔ خادم ختم نبوت

شہیدانِ ناموسِ رسالت اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تقاضے

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ وَاَزْوَاجُہٗٓ اُمَّھٰتُھُمْ (سورہ احزاب)

اور خاصہ کائنات محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ والناس اجمعین O

امت رسول آخرینؐ چودہ صدیوں میں عروج و زوال کے کئی مرحلوں سے گزری ہے۔ کبھی بالائے بام اور کبھی مبتلائے آلام رہی ہے۔ کامران و کامگار بھی رہی اور رہین ستم ہائے روزگار بھی! اس کی بلندیوں نے ثریا کو چھوا ہے اور اس کی پستیوں نے ثریٰ میں بسیرا کیا ہے۔ کبھی اس نے مہر و ماہ کو صید زبوں بنائے رکھا اور کبھی فلک نے اس کا جھنڈا سرنگوں کئے رکھا۔ یہ نشیب و فراز امت کی تاریخ کا حصہ رہا ہے۔ زمانے کے مد و جزر نے اس کا تخت و تاج تو چھینا ہے لیکن مرکز نگاہ بدلنے سے قاصر رہا۔ اس کی سطوت و عظمت تو پامال ہوئی لیکن جذبہ حب رسول آمادہ زوال نہیں ہوا۔ صلیبی جنگیں ہوں یا فتنۂ تاتار' یہ امت ڈوب ڈوب کر ابھری ہے تو صرف ایک نام کے سہارے اور وہ ہے نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم!

نام محمدؐ ایک حرف شوق ہے اس کو زباں سے ادا کیجئے تو لب پیوستہ پیوستہ ہو جاتے ہیں۔ یوں لگتا ہے جیسے شیرینی دہن میں رچی جا رہی ہے اور یہ خنک نام سانس کی ٹھنڈک بنا رہا ہے۔ اس کا آہنگ قلب کی دھڑکن اور اس کا سرور آنکھوں کا نور بن کر جھلکتا ہے۔ یہ نام رگ مسلم میں۔ خون بن کر دوڑتا ہے۔ نام محمدؐ کے حسن معنوی کا اظہار لفظ و بیاں میں ممکن ہی نہیں صرف اس کے صوتی اثرات سے ہی قلب و دماغ پر جو کیفیت طاری ہوتی ہے۔ وہ بھی ناقابل بیان ہے۔ ہونٹوں کا آپس میں مکرر اتصال ہوتا ہے اور تعلق آگے بڑھ کر اس لذت شیرینی اور مٹھاس زبان کے بوسے لینے لگتی ہے۔

اس کی ادائیگی کے ساتھ ملکوتی آواز فردوس گوش بن کر سامعہ نواز ہوتی ہے۔ اس لئے یہ نام ذہن کائنات پر نقش دوام بن کر مرتسم ہو گیا ہے۔ خاصۂ کائنات محبوب کبریا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے محبت و عقیدت عظیم دائمی اور ابدی سرمایہ ہے اس لئے ہمیشہ سے ناموس رسالت مآب کے پروانے رسول آخرینؐ سے اپنی محبت کا ثبوت دیتے چلے آرہے ہیں۔ کسی نے اپنی متاع حیات کا آخری قطرہ خون بہا کر اپنی عقیدت کا ثبوت پیش کیا تو کسی نے مال و اولاد اور وطن قربان کر کے حضورؐ سے اپنی عقیدت و محبت کا اظہار کیا اور کسی نے خون جگر دے کر 'کسی نے اپنی خطابت سے' عالموں نے علمی جواہرات سے مصنفوں اور مؤلفوں نے تصنیفات سے' ادیبوں نے ادب سے شعرائے نعت نویسی و نعت گوئی سے سلام عقیدت و محبت پیش کیا اور یہ ثابت کر دیا کہ ہم اپنے پیارے رسول ﷺ کے نام و ناموس پر اپنی جان کا آخری قطرۂ لہو بہا کر اور دنیا کی ہر چیز قربان کرنے کو اپنی حیات کا ماحصل سمجھتے ہیں۔ اس لئے دنیا بھر میں کسی بھی ملک کسی بھی خطہ ارض میں بسنے والے مسلمان خواہ وہ یورپ اور امریکہ کے سفید فام ہوں کہ افریقہ کے سیاہ فام! ترکیہ کے سرخ رو مسلمان ہوں کہ براعظم پاک و ہند کے گندم گوں! یا چین و جاپان کے زرد چہرہ مسلم!!! مسلمانوں کو جہاں اقتدار حاصل رہا وہاں کی عدالتوں نے شاتمانِ ناموس رسولؐ کو سزائے موت کا فیصلہ سنایا۔ اس کے برعکس جب کبھی ان کے پاس حکومت نہیں رہی وہاں جانثارانِ ناموسِ رسالتؐ نے غیر مسلم حکومت کے رائج الوقت قانون کی پرواہ کئے بغیر گستاخانِ رسولؐ کو کیفر کردار تک پہنچایا خود ہنستے مسکراتے پھانسی کے پھندے کو چوما اور پروانہ وار شمع رسالتؐ پر نثار ہو کر دارین کی فوز و فلاح سے ہم کنار ہو گئے اور زبان حال سے کہا۔

ناموس رسالتؐ کے نگہدار ہمیں ہیں
جاں بیچ کے جنت کے خریدار ہمیں ہیں

خاتم الانبیاء ﷺ کی ذات مقدس سے عشق و محبت رگ مسلم میں اس طرح سرایت کئے ہوئے ہے جس طرح شاخ گل کے ریشہ ریشہ میں باد نسیم صبح کا نم رچا بسا ہوا ہے جو اسے زندگی اور تر و تازگی بخشتا ہے۔ یہی وہ نقطہ پرکار عشق ہے جس کے گرد ساری کائنات گھومتی ہے۔ آپ ﷺ سے والہانہ عقیدت ہی ایک مسلمان کا اصل سرمایہ حیات ہے۔

بلاشبہ فطری طور پر اسے اپنی جان و مال' اپنے ماں باپ اور اولاد سے پیار ہوتا ہے لیکن ایک ہستی ایسی بھی ہے جو اسے ان سب سے محبوب تر ہے اور وہ ہستی ہے سرور کائنات رسالت مآبؐ کی جن کے نام و ناموس پر سب کچھ قربان کر دینے کو وہ زندگی کا ماحصل سمجھتا ہے۔ چنانچہ ظہور رسول آخرین کے بعد سے آج تک کے واقعات ابتدا" لکھی گئی آیت کی ترجمانی کرتے چلے آ رہے ہیں جس میں صاف صاف بتلایا گیا ہے۔

ترجمہ "نبیؐ تو اہل ایمان کے لئے ان کی اپنی ذات پر مقدم ہیں۔"

اور آیۂ مبارکہ کی تشریح ابتدا" لکھی گئی حدیث ختم المرسلین نے کر دی ہے۔ "تم میں سے کوئی شخص بھی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کے دل میں اپنے باپ بیٹے اور انسانوں سے بڑھ کر میرے لئے محبت موجزن نہ ہو۔"

جناب حفیظ جالندھری مرحوم نے اس مضمون کو زبان شعر میں یوں بیان کیا ہے۔

محمدؐ ہے متاع عالم ایجاد سے پیارا
پدر' مادر' برادر مال و جاں اولاد سے پیارا

یہ عقیدہ محبت ہر دور میں ایک زندہ و تابندہ حقیقت بن کر جریدہ عالم پر ثبت ہوتا رہا اور اس پر تاریخ کی کسی جرح سے نہ ٹوٹنے والی شہادت موجود ہے۔

مال و زر جہاں کی تمنا نہیں مجھے
عشقِ رسولؐ میری متاع حیات ہے

خاصۂ کائنات آقائے دو جہاں سے محبت کیوں نہ ہو؟ وہ جو آقا ہے میرا اور آپ کا' کالے اور گورے کا' عربی اور عجمی کا' عالم اور جاہل کا' شہری اور بدوی کا' قطب اور ابدال کا' وہ جو محسن ہے ہر ستم رسیدہ مظلوم کا' ہر ظلم چشیدہ محروم کا' ہر لٹی ہوئی بیوہ کا' ہر غبار آلود بے سہارا یتیم کا' اس عورت کا جسے شیطان کی ذریت اور نجاست کا مجسمہ سمجھا جاتا تھا' اس بچی کا جس کا وجود باعث شرم تھا' وہ نحوست کی علامت تھی' زہریلا سانپ تھی۔ وہ جو رحمت ہے تمام کائنات کے لئے' انسانوں کے لئے' حیوانوں کے لئے' غلاموں کے لئے' شاہوں کے لئے' رہزنوں کے لئے' رہبروں کے لئے کہ اس کی رحمت کا سائباں سب پر ہے۔ اس کی تعلیم سب کے لئے' وہ انسان کامل ہے' ہر اعتبار سے کامل!!

ہر پہلو سے کامل' علم و عمل کے اعتبار سے' ظاہر و باطن کے اعتبار سے اخلاق و ملکات کے اعتبار سے' ظاہر و باطن کے اعتبار سے!! وہ جو محبوب ہے صحابہ کا۔ ابوبکرؓ و عمرؓ کا' اہل اللہ کا' جنیدؒ و بایزیدؒ کا اہل علم کا۔ ابو حنیفہؒ و شافعیؒ کا۔ حتیٰ کہ رب کبریا کا' ایسی عظیم الشان ہستی سے محبت کیوں نہ ہو؟ عشق کیوں نہ ہو۔ ایسے عظیم پیغمبر خاصۂ کائنات کے نام و ناموس پر اپنی جان کا آخری قطرہ خوں کیوں نہ بہا دیا جائے۔

کٹ مروں جب تک نہ خواجہ یثرب کی حرمت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

اب ہم کلیم فقیری میں سرمایۂ سلطانی رکھنے والے اور ناموسِ رسالتؐ کے لئے بے دریغ قربانیوں کی خونچکاں داستانیں رقم کرنے والے صحابہ کرامؓ کا مختصر دلآویز تذکرہ کریں گے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو سوز صدیقؓ' عدل فاروقؓ' جود و سخا عثمان غنیؓ اور حیدر کرارؓ کا نان جویں پر گزارا۔ ابو عبیدہ ابن الجراحؓ کا سگے باپ کو صفحۂ ہستی سے مٹانا۔ بلال حبشیؓ کا کڑکتی دھوپ میں گھسیٹا جانا' حارثؓ بن ابی ہالہ کا تنہا دشمنان رسولؐ سے مقابلہ کرنا' خبیب بن زید انصاریؓ اور زید بن دثنہؓ کا پھانسی کے پھندے کو چومنا اور پیغام سعدؓ بن ربیع بھی محبت نبویؐ اور عشق رسول آخرین ﷺ کی زندہ و پائندہ مثالیں ہیں ہی لیکن ان کے علاوہ کوئی بھی ایسا صحابی رسولؐ نہیں جس نے آقائے دو جہاں کے نام و ناموس پر جانثار کرنے سے دریغ کیا ہو۔

ایک حضرت شماسؓ ہیں کہ جنگ احد میں جب صحابہؓ منتشر ہو گئے تھے۔ اس وقت شماسؓ نے ہر وہ تیر جو دشمن نے آقاؐ پر چلایا۔ شماسؓ کے جسم پر ... رسالت ... روکتے تھے۔ یہاں تک کہ شماسؓ کا جسم سر سے پاؤں تک تیروں کا گچھا بن گیا اور پروانہ وار شہید ہو کر یہ ثابت کر دیا کہ آقاؐ دو جہاں پر ہم یوں نذرانہ جاں پیش کرتے ہیں۔

(غزوات النبیؐ مولفہ صادق حسین صدیقی ص ۱۳۲)

یہ حضرت خبیبؓ ہیں جن کو قید و بند' بھوک و پیاس کی اذیتوں نے عشق رسالت مآبؐ سے ہمکنار کیا۔ شہادت گہ الفت سے جب انہیں مقتل کی طرف لایا گیا۔ تو اس عزم و شوق سے سوئے دار چلے کہ حاصل عمر نثار رہ یار کریں۔ مقتل میں ایک بار پھر ابو سفیان بحالت کفر پیشکش کرتا ہے۔ "ترجمہ: کیا تجھے یہ بات پسند ہے کہ محمدؐ ہمارے پاس ہوں۔ ہم ان کی گردن اڑا دیں اور تجھے چھوڑ دیں کہ تو اپنے گھر چلا جائے۔" حضرت خبیبؓ نے فرمایا' خدا کی قسم میں تو اس کو پسند نہیں کرتا کہ مجھے تو رہا کر دو اور میں اپنے گھر چلا جاؤں اور اس کے صلہ میں میرے آقا کو جہاں بھی آپؐ ہیں وہیں ایک کانٹا بھی چبھے اور آپؐ کو تکلیف ہو۔

(زاد المعاد ج۲۔ ص ۱۰۹ طبع مصر)

دل پہ لیا ہے داغ عشق کھو کے بہار زندگی
اک گل تر کے واسطے میں نے چمن لٹا دیا

حضرت خبیب بن زید انصاریؓ (متوفی ۱۱ھ)

یہ وہ شہید ناز ہیں جن کو مسیلمہ کذاب کی فوجوں نے گرفتار کر کے مسیلمہ کے سامنے پیش کیا تو اس نے پوچھا کہ تم حضرت محمدؐ کی رسالت کی شہادت دیتے ہو؟ فرمایا ہاں! اس نے سوال کیا تم اس کی بھی شہادت دیتے ہو کہ میں بھی خدا کا رسول ہوں۔ حضرت خبیبؓ نے فرمایا میں نہیں جانتا۔ پہلی بات تو مانتا ہوں لیکن دوسری نہیں مانتا۔ چنانچہ وہ یہی پوچھتا جاتا تھا اور ان کا ایک ایک عضو کاٹا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ اس کے سامنے ہی ان کی جان جان آفرین کے سپرد ہو گئی۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۵۸۸)

قتل گاہوں میں شہیدوں کا لہو بول اٹھا
سر کٹاتے ہیں محمدؐ کے گھرانے والے

ان عقل کے اندھوں کو کون سمجھاتا کہ یہاں آئے ہی اس لئے تھے کہ آقا پر متاع حیات نچھاور کریں۔ جان حزیں آقا پر نثار کرکے داستان عشق رسالتمآبؐ رقم کرتے ہوئے۔ ایمان کو درجۂ کمال تک پہنچادیا۔

صحابہؓ و صحابیاتؓ رسول آخرینؐ چاہے وہ بوڑھے ہوں یا جوان عورتیں ہوں یا بچے۔ سب کی یہی خواہش اور تمنا ہے کہ اپنے آقا و مولا پر جانثار کرنے میں کسی سے پیچھے نہ رہ جائیں۔ یہ شرف انبیاء کرام میں سے کسی کو نصیب نہ ہوا کہ اس کے امتی اس کے لئے یوں جان سے لڑنے مرنے کے لئے تیار رہے ہوں۔ حضرت یوسفؑ کو خود برادران یوسفؑ نے اندھے کنوئیں میں پھینک دیا تھا۔ حسن یوسفؑ پر فریفتہ ہوکر زنان مصر نے اپنی انگلیاں کاٹ لی تھیں لیکن یہاں تو ہر وابستہ دامان رسالتؐ سر بکف نظر آئے گا۔

ابناء عفراء کے بیٹوں کی جانثاری کا اندازہ کیجئے! اور عظیم ماں کی عظیم عقیدۂ رسولؐ ملاحظہ کیجئے۔ ابناء عفرا یعنی عفراء کے سات بیٹے ساتوں جنگ بدر میں ناموس رسالت پر شہید ہوکر دارین کی فوز و فلاح سمیٹتے ہیں۔ جن میں مشہور دو معوذ اور معاذؓ کمسن بھی شامل ہیں جنہوں نے اسلام اور داعی اسلام رسول آخرینؐ کے سب سے بڑے دشمن ابوجہل کو قتل کیا تھا۔

حضرت سمیہؓ دور رسالت مآب کی ان خواتین میں سے ہیں جو سرفروشی اور جانثاری میں مردوں سے پیچھے نہ تھیں۔ رسول کی دعوت حق پر شوہر یاسرؓ اور اپنے صاحبزادے عمارؓ کے ساتھ ایمان لانے والوں میں حضرت سمیہؓ کا شمار سابقات الاولین میں ہوتا ہے۔ مشرف بہ اسلام ہوتے ہی اس خاندان پر جو مصائب و آلام کے پہاڑ ٹوٹ پڑے ایک جاں گسل داستان ہے مشرکین مکہ دین رسالت مآب کی پاداش میں انہیں ان کے شوہر اور بیٹے کو لوہے کی زرہ پہنا کر تپتی ہوئی ریت پر گھسیٹتے ہیں۔ بلاکستان محبت اس مرحلہ سخت جاں میں ثابت قدم نکلے اس پر دشمن رسالت مآبؐ ابوجہل بوکھلا اٹھا اور دشنام طرازیوں پر اتر آیا اور طیش میں آکر اس مظلوم اور ستم رسیدہ خاتون کو اس نے برچھی ماری جو جگر کے پار ہوئی۔ یہ اسلام کی پہلی خاتون ہیں جنہیں عشق رسول آخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی پاداش میں شہادت کا عظیم مرتبہ نصیب ہوا۔

(صحابیات رسول)

حضرت خنساء اور فرزندان خنساء رضی اللہ عنہم کے عشق رسولؐ کی داستان بھی سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہے۔ حضرت خنساء عربی ادب کی مشہور شاعرہ تھیں۔ جنگ قادسیہ میں اس کے تمام لخت جگر یکے بعد دیگرے ناموس رسالتؐ پر قربان ہوگئے۔ جب خنساء کو آخری فرزند کی شہادت کی اطلاع ملی تو خوشی سے چیخ اٹھیں "الحمدللہ الذی اکرمنی بشھادتہم" اللہ کا شکر ہے کہ میرے لڑکوں کی شہادت سے مجھے سرفراز فرمایا۔

(ناموس رسول اور قانون توہین رسالت۔ محمد اسماعیل قریشی ص ۲۰۳)

حفیظ جالندھری مرحوم نے کیا خوب فرمایا۔

پدر کی ذات حملہ آوروں کے درمیاں پائی
تو ایمان پسر نے سب سے پہلے تیغ چمکائی
پسر کو جب عدو دین محبوب خدا پایا
تو شمشیر پدر نے خون پینے میں مزہ پایا

ایسے ہی لوگوں کے لئے اللہ رب العزت نے سورۃ المجادلہ میں فرمایا۔ "ترجمہ: تم یہ کبھی نہ پاؤ گے جو لوگ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں وہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہوں۔ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کی ہے خواہ وہ ان کے باپ ہوں یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے اہل خاندان یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت کردیا ہے اور ان کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ یہی لوگ اللہ کا گروہ ہیں۔ خبردار رہو! اللہ کا گروہ فلاح پانے والا ہے۔

(سورۃ المجادلہ آیت ۲۲)

یہی وہ جذبہ محبت نبوی اور عشق رسول تھا کہ عرب کے ساربان زاویے قوموں کے امام بن گئے۔

جھکائیں گردنیں فرط ادب سے کج کلاہوں نے
زباں پر جب عرب کے ساربان زادوں کا نام آیا

قارئین محترم! آپ بھی ذرا اپنے گریباں میں جھانک کر دیکھنا چاہئے کہ ہمارے دل میں خاصہ کائنات کی کتنی محبت ہے!

تاریخ عالم اٹھا کر دیکھئے حق و باطل ہمیشہ باہم دست و گریباں رہے ہیں۔ کفر نے اسلام کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے ہمیشہ ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے بقول شاعر

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی
(اقبال)

باطل نے اسلام کی گردن کاٹنے کے لئے ہر حربہ استعمال کیا اور کررہا ہے۔ ہر ہولناک ظلم عاشقان اسلام اور داعی اسلام پر روا رکھا گیا لیکن بیسوی صدی عیسوی میں جب ہندوستان پر فرنگی استعمار قابض ہوچکا تھا۔ مسلمان غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ کفر نے اسلام پر ایک نیا زالا اور اچھوتا حملہ کیا ایک خوفناک سازش تیار کی ایک بھیانک منصوبہ بنا ___ جس کے تحت اسلام کو اسلام کے نام پر لوٹنے کا پروگرام بنا۔ محمد عربی کو آپؐ کے نام پر لوٹا جائے۔ قرآن کو قرآن کے نام پر لوٹا جائے۔ احادیث کو احادیث کے نام پر لوٹا جائے۔ اہل بیت کو اہل بیت کے نام پر لوٹا جائے۔ صحابہ کو صحابہ کے نام پر لوٹا جائے۔ حج کو حج نام پر لوٹا جائے' مکہ اور مدینہ کو مکہ اور مدینہ کے نام پر لوٹا جائے ___ اسی طرح دیگر اسلامی شعائر و اصطلاحات کو انہی کے نام پر غارت کیا جائے ___ کفر نے اپنے اس خاص ایکشن کو قادیانی ایکشن کا نام دیا اور اس کی

باقی صفحہ ۱۹

قسط نمبر ۱

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی دامت برکاتہم

صبر و شکر

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد

پیران پیر حضرت شاہ عبد القادر جیلانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ انسان کو دو قسم کی حالتیں پیش آتی ہیں' یا مصیبت اور تکلیف' یا نعمت اور راحت' اگر کوئی مصیبت پیش آئے تو وہ صبر کا مطالبہ کرتی ہے' اور اگر کوئی نعمت حاصل ہو تو شکر کا مطالبہ کرتی ہے' اور شکر تین قسم کا ہوتا ہے زبان کا شکر' دل کا شکر' اور اعضاء وجوارح کا شکر۔ زبان کا شکر یہ ہے کہ تم اس نعمت پر زبان سے اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاؤ۔ اور اس نعمت کو اللہ تعالیٰ کی جانب منسوب کرو' اور اس بات کا اقرار کرو کہ یہ نعمت حق تعالیٰ کی طرف سے ملی ہے' محض اس کا فضل وانعام ہے' اس کو اپنی ذات کی طرف' اپنی قوت کی طرف' اپنے فہم وبصیرت کی طرف' اپنے ہنر اور کسب کی طرف' یا کسی اور مخلوق کی طرف منسوب نہ کرو' اس لئے کہ جن جن واسطوں سے اور جن جن ذریعوں سے ہوتی ہوئی وہ نعمت تم کو پہنچی ہے وہ صرف واسطوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ نعمت کے عطا کرنے والے کی حیثیت نہیں رکھتے' یہ چیزیں نعمت دینے والی نہیں ہیں نعمت کے دیئے جانے کا واسطہ اور ذریعہ ضرور ہیں' ان ذرائع کو ذریعہ بنانا بھی اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے' ان کی ایجاد بھی اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے' ان کو جاری کرنا بھی اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے' اور ان اسباب کو تمہارے لئے مہیا فرمانا بھی اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔ مخلوق کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے' یہ تمام نعمتیں حق تعالیٰ کی طرف سے ملی ہیں۔ اس بات کا زبان سے اقرار کرو اور مخلوق کی طرف اس کو منسوب نہ کرو' مخلوق کی طرف منسوب کرو گے تو ناقص العقل ٹھہرو گے' تمہاری عقل صحیح نہیں۔ شیخ کہتے ہیں عاقل کو عاقل اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ انجام اور نتیجے کو دیکھتا ہے' جب تم نے ظاہری سطح کو دیکھ لیا اور اس کی طرف نسبت کرنے لگے تو تم نے نعمت کے اصل منبع کو فراموش کردیا' جس ذات عالی کی طرف سے نعمتوں کا فیضان ہورہا ہے وہاں تک تمہاری عقل کی رسائی نہیں ہوتی۔ اس لئے تم ناقص العقل ٹھہرے۔ ہمارے یہاں اگر کوئی نعمت مل جاتی ہے تو لوگ ان اسباب ہی کی طرف منسوب کرتے ہیں اللہ کی طرف کم ہی منسوب کرتے ہیں' کوئی کسی کی صلاحیتوں کی طرف منسوب کرتا ہے' اور کوئی اپنے عقل وفہم کی طرف منسوب کرتا ہے' کوئی کسی طرف کرتا ہے یہ نظر کی کوتاہی ہے قرآن کریم میں ہے

ما اصابک من حسنۃ فمن اللہ ..... الآیہ

"جو پہنچے تجھ کو کوئی بھلائی وہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اور جو پہنچے تجھ کو کوئی برائی وہ تیرے نفس کی جانب سے ہے"۔

اگرچہ انسان کو برائی بھی اللہ تعالیٰ ہی کی جانب سے پہنچتی ہے۔ لیکن اس پر ہماری نحوست کا دخل ہے' ہماری بد اعمالیوں کی نحوست ہے بخلاف بھلائی کے' راحت کے' اور مصلحت کے کہ اس میں ہمارا ذرا سا بھی کوئی دخل نہیں' وہ محض عطیہ الٰہی ہے۔

مولانا رومی فرماتے ہیں:

ما نبودیم و تقاضا ما نبود
رحمت نا گفتہ ما می شنود

"ہم نہیں تھے ہماری طرف سے تقاضا نہیں تھا' اے اللہ آپ کی رحمت نے ہماری نہ کہی ہوئی باتوں کو سنا"۔ ہم ماں کے پیٹ میں تھے تو کونسا تقاضا کررہے تھے' ہم لوگ شروع ہی سے اللہ تعالیٰ کے انعامات کا مورد چلے آتے ہیں' جب سے عدم پر وجود کا فیض چکا ہے۔ اس وقت سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا مورد چلے آتے ہیں' ہمارے پاس جتنی چیزیں ہیں یہ سب مانگی بھی تو نہیں ہیں یہ بھی تو نہیں کہ یہ ہمیں مانگنے پر ملی ہوں'

اگرچہ ہمیں حکم تو ہے کہ مانگو تاکہ تمہارا افتقار ظاہر ہو' تمہاری عبدیت کا یہی تقاضا ہے کہ تم مانگو۔ لیکن یہ نعمتیں ہمارے مانگنے پر تو نہیں ملیں' بغیر مانگنے کے ملی ہیں۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے بہت اعلیٰ دماغ دیا ہے' آپ بہت اونچی سوچ رکھتے ہیں' آپ کی عقل بہت صحیح ہے' بندہ پرور یہ عقل وفہم کس نے دیا تھا؟ کس کے پاس سے لائے تھے؟ آپ کی عقل کام کرتی ہے۔ مگر عقل کس نے دی ہے؟ آپ کی استعداد بہت اونچی ہے' آپ کی ہمت بہت بلند ہے' قوت بہت زیادہ ہے' آپ بڑے ہنر مند ہیں' آپ بڑے صحت مند ہیں۔ آپ کے پاس فلاں چیز' فلاں چیز ہے۔ جس کی وجہ سے آپ یہ کام کرلیتے ہیں' ٹھیک ہے' مسلّم ہے' مگر ان ساری چیزوں کو وجود کس نے دیا تھا؟ آپ نے؟ حضرت تھانویؒ نے لکھا ہے کہ ایک شخص کمیونسٹ دہریہ تھا خدا کو نہیں مانتا تھا' اور سکولوں کا انسپکٹر تھا' امتحانات لینے کے لئے جاتا تھا تو بچوں کو چھیڑا کرتا تھا' ان سے اللہ کے بارے میں سوالات کرتا۔ ایک سکول میں گیا' بچوں سے ایسے الٹے سیدھے سوال کرنے لگا' اسکول کے استاد نے کہا جناب یہ چھوٹے بچے ہیں یہ اس قسم کے سوالوں کو

کیا جانتے ہیں' ان کو کیوں پریشان کرتے ہیں' آپ ان بچوں کی بجائے مجھ سے گفتگو کیجئے' اس نے کہا اچھا تم بتاؤ کہ اللہ کون ہوتا ہے؟ کہنے لگے اللہ وہ ہوتا ہے جس نے آپ کو وجود بخشا ہے' کہنے لگا کہ وہ تو میرے ماں باپ نے بخشا ہے' اس پر گفتگو ہوتی رہی' اتفاق سے یہ شخص ایک آنکھ سے کانا تھا' اس نے اسکول کے استاد سے کہا کہ اگر اللہ کا وجود ہے تو اس سے کہو میری ایک آنکھ ٹھیک کر دے' استاد نے اوپر دیکھ کر ویسے ہی کچھ منہ ہلایا' جیسے کسی سے باتیں کرتا ہو' بعد میں کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے تو اس کو دونوں آنکھیں دی تھیں مگر یہ ایسا نالائق نکلا کہ اس نے ہمارے وجود کا انکار کر دیا' اس لئے ہم نے اس کی ایک آنکھ پھوڑ دی اور اگر یہ ایسا ہی چلتا رہا تو ہم اس کی دوسری آنکھ بھی پھوڑ دیں گے۔ آنکھیں دی ہیں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی اللہ کی نعمت' زبان بولنے کے لئے دی ہے' آپ بہت اچھی تقریر کرتے ہیں' بہت عمدہ بیان کرتے ہیں' یہ زبان کس نے دی تھی؟ کیا یہ سب اپنے گھر سے لے کر آئے تھے؟ کیا یہ امی نے دی تھی؟ نہیں! بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے' اللہ کی عطا ہے؟ ہاتھ ہیں' پاؤں ہیں' پورا وجود ہے'

وما بکم من نعمۃ فمن اللہ

"تمہارے پاس جتنی نعمتیں ہیں وہ اللہ کی جانب سے ہیں"۔

واذا مسکم الضر فالیہ تجئرون

"اور جب تم کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو تم اسی کی طرف گڑگڑاتے ہو"۔

غرضیکہ جتنے اسباب و وسائل ہیں خواہ انسان کے اپنی وجود کے اندر ہوں' یا اس کے وجود سے باہر پھیلے ہوئے ہوں' جن واسطوں اور ذریعوں سے ہوتی ہوئی یہ نعمت ہم تک پہنچی ہے سب کا موجد ایک اللہ ہے' وجود میں لانے والا اللہ ہے' ان اسباب میں تاثیر پیدا کرنے والا اللہ ہے' مثلاً" ایک شخص کی آنکھیں ہیں۔ مگر ان میں روشنی نہیں۔ نور اور بینائی پیدا کرنے والا بھی اللہ ہے۔ آنکھیں عطا کرنے والا بھی اللہ ہے۔ آج آپ کی سائنس بہت ترقی کر چکی ہے لیکن آنکھ نہیں بنا سکی' نہ آنکھ کی بینائی پیدا کر سکی' آج سائنسی ترقی کا غلبہ ہے۔ سائنس نے بہت ترقی کر لی ہے مگر اس کی ترقی کا منتہا یہ ہے کہ ایک آدمی کی آنکھ نکال کر دوسرے میں لگا دیتے ہیں' لیکن سائنس آنکھ کو وجود میں ابھی تک نہیں لا سکی' اور پھر آنکھ کو جو کنکشن دیا جاتا ہے' آدمی کے دماغ میں نور کا مرکز رکھا گیا ہے۔ اور آنکھوں کو اس مرکز سے روشنی کا کنکشن دیا جاتا ہے۔ عطا کرنے والے بھی اللہ تعالیٰ ہیں۔ وجود میں لانے والے بھی اللہ تعالیٰ ہیں'

لا موجد الا اللہ

اللہ کے سوا وجود میں لانے والا کوئی نہیں ہے۔

ولا مسبب الا اللہ ان اسباب کو اسباب بنانے والے بھی اللہ تعالیٰ ہیں' اللہ تعالیٰ اسباب کو اسباب نہ بنائیں تو یہ اسباب سب بے کار ہیں' دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں' الغرض ان اسباب کو مہیا کرنے والا اللہ ہے' اسباب میں تاثیر بھی اللہ کی ڈالی ہوئی ہے' پھر ان اسباب کے استعمال کی قدرت دینے والے بھی اللہ تعالیٰ ہیں' اسباب مہیا ہیں لیکن جب تک حکم الٰہی نہ ہو ہم ان کو استعمال نہیں کر سکتے' تو یہ تمام کے تمام اسباب جن سے تمہیں یہ نعمت ملتی ہوئی نظر آتی ہے۔ شیخ فرماتے ہیں یہ سب اللہ کی جانب سے ہیں' کسی مخلوق کا ان میں دخل نہیں۔ اس لئے نعمت کو بھی اللہ کی جانب منسوب کرو' ان واسطوں اور ذریعوں کی طرف منسوب نہ کرو' تم کہتے ہو قلم لکھ رہا ہے' قلم کہاں لکھ رہا ہے؟ یہ تو بے چارا بے جان ہے' یہ رکھا ہوا ہو تو ذرا لکھ کے دکھا دے' قلم کو کوئی ہاتھ پکڑے گا تو لکھے گا' آپ کہتے ہیں اچھا ہاتھ لکھتا ہے' ہاتھ کاٹ کر رکھ دو کیا لکھ دے گا؟ آپ کہتے ہیں اچھا انسان لکھتا ہے یہ ہاتھ والا آدمی لکھتا ہے' بھلا اگر اس میں روح نہ ہو تو لکھے گا؟ اچھا آپ کہتے ہیں روح لکھتی ہے ہم نے کہا اب بھی نظر صحیح نہیں ہوئی' روح کے اندر اللہ کی مشیت کار فرما ہے' وہ لکھتی ہے۔ لکھتا ہوا قلم سے نظر آ رہا ہے' ہاتھ سے نظر نہیں آتا' ہاتھ والے کو انسان نظر نہیں آتا' انسان کو روح نظر نہیں آتی' اور جن کی نظر روح پر جاتی ہے ان کی نظر مشیت الٰہی پر نہیں ہوتی' اصل میں محرک ہے جو لکھنے کا وہ اللہ کی قدرت اور اللہ کی مشیت ہے' یہ ایک مثال ہے' باقی تمام مثالوں کو اسی طرح سمجھ لو۔ ہاں یہ ضرور ہے جن واسطوں سے ہمیں نعمت ملی ہو ہمیں حکم ہے کہ ان واسطوں کو بھی ہم قدر کی نگاہ سے دیکھیں' ان واسطوں کی تذلیل نہ کریں' اگر واسطوں کی تذلیل کریں گے تو نعمت مکدر ہو جائے گی۔ بلکہ نعمت چھن جائے گی' یہ بھی سنت اللہ ہے' والدین آدمی کے وجود کا واسطہ بنتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ حق والدین کا رکھا ہے' استاد علم کے لئے واسطہ بنتا ہے' اللہ تعالیٰ نے استاد کا احترام رکھا ہے' اور جتنے بھی لوگ تمہارے لئے واسطہ نعمت بنے ان سب کی قدر دانی ہم پر واجب کی گئی ہے' ان کو بھی قدر کی نگاہ سے دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو واسطہ بنایا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو بغیر واسطے کے بھی کام ہو سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کو بغیر کسی واسطے کے بھی نعمت عطا کرنے کی قدرت تھی' لیکن اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی بے شمار حکمتیں ہیں کہ واسطوں کے ذریعہ نعمتیں عطا فرماتے ہیں' اس پر میں اپنا ایک واقعہ سناتا ہوں۔ میرے والد مرحوم کئی سال سے حج کی درخواستیں دے رہے تھے' منظور نہیں ہو رہی تھیں۔ میں یہاں کراچی آیا حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ سے ذکر کیا' حضرتؒ نے فرمایا درخواست دے دو اپنی بھی ساتھ ساتھ دے دو' اگر نکل آئی تو ٹھیک ہے' ورنہ پھر اور کوئی کوشش کریں گے' چنانچہ ہم دونوں نے درخواستیں دے دیں' اب درخواست جمع کرانے کے بعد میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ یا اللہ! کسی اور کو واسطہ نہ بنائیے یا اللہ! درخواست کو نکال دیجئے۔

باقی صفحہ ۱۳ پر

منظور احمد الحسینی

مرزا غلام احمد قادیانی اور دعویٰ وحی

تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں آپ کے بعد کسی کو یہ منصب نہیں مل سکتا۔ اسی طرح تمام مسلمانوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ حضور سرور کائنات ﷺ کے بعد کسی پر وحی نبوت نازل نہیں ہو سکتی۔ حضور ﷺ کے بعد مدعی نبوت اور مدعی وحی نبوت قطعاً "کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

حضور ﷺ کے بعد وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا اب محال ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام بہ پیرایہ وحی نبوت و رسالت زمین پر کبھی نزول فرمائیں۔

حضرت صدیق اکبر نے اعلان فرمایا "وحی منقطع ہو چکی ہے اور دین مکمل ہو گیا۔" (مشکوٰۃ)

حضرت فاروق اعظم نے یہی اعلان فرمایا۔

"بے شک وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے۔"

(بخاری)

الامام الحافظ القاضی ابو الفضل عیاض بن موسیٰ المالکی (۵۴۴ھ) شفاء میں لکھتے ہیں:

ترجمہ "ایسے ہی وہ شخص بھی کافر ہے جس نے دعویٰ کیا کہ میری طرف وحی نبوت ہوتی ہے اگرچہ نبوت کا دعویٰ نہ کرے پس یہ کل کے کل کافر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جھٹلانے والے ہیں۔"

(ج ۲ ص ۲۷۱)

مسلمانوں کے بالمقابل مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے متبعین مرزائیوں کا عقیدہ ہے کہ مرزا غلام احمد پر وحی نازل ہوتی تھی اس سلسلے میں مرزا موصوف کی ایک کتاب جس کا نام "تذکرہ" ہے اس کتاب میں سے چند حوالہ جات قارئین کی خدمت میں پیش کئے جارہے ہیں جن میں صراحۃ وحی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

وحی ہوئی (حکیم نور دین صاحب) ملاقات کو آئے رات کو حضرت امام (مرزا غلام احمد) کو وحی ہوئی کہ مولوی صاحب کو ہجرت نہیں کرنی چاہئے۔

(تذکرہ ص ۲۰۳ طبع ۲)

وحی ہوئی "یہ وحی ہوئی ..... اسی وقت آپ نے یہ وحی ہم کو سنائی۔" (تذکرہ ص ۲۵۳ طبع ۱)

کیفیت وحی " ہر ایک دفعہ غنودگی کی حالت طاری ہو کر ایک ایک فقرہ وحی الٰہی کا جیسا کہ سنت اللہ ہے۔ زبان پر نازل ہوتا تھا' اور جب ایک فقرہ ختم ہو جاتا تھا اور لکھا جاتا تھا تو پھر غنودگی آتی تھی اور دوسرا فقرہ وحی الٰہی کا زبان پر جاری ہوتا تھا یہاں تک کل وحی الٰہی نازل ہو کر سید فضل شاہ صاحب لاہوری کے قلم سے لکھی گئی ...... میں نے اپنی ایک کثیر جماعت کو یہ وحی الٰہی سنادی اور اس کے معنی اور شان نزول سے اطلاع دے دی۔

(تذکرہ طبع دوم ۳۵۲ طبع سوم ۳۲۲)

وحی کے ذریعہ حقائق " بلکہ یہ وہ حقائق ہیں جو رب العالمین کی طرف سے بذریعہ وحی مجھے بتائے گئے ہیں۔"

(تذکرہ طبع دوم ۳۵۹)

(تذکرہ طبع سوم ۳۵۰)

پاک مطہر وحی " مجھے خدا کی پاک اور مطہر وحی سے اطلاع دی گئی ہے کہ میں اس کی طرف سے مسیح موعود اور مہدی معہود اور اندرونی بیرونی اختلافات کا حکم ہوں۔" (تذکرہ طبع دوم ص ۳۴۳ طبع سوم ص ۳۵۳)

لوگوں پر آسمان سے وحی " ایسے لوگ تیری مدد کریں گے جن پر ہم آسمان سے وحی نازل کریں گے۔" (تذکرہ طبع دوم ص ۳۷۵)

خدا کی وحی " ان سے کہدے کہ میں اپنی طرف سے نہیں بلکہ خدا کی وحی اور حکم سے یہ باتیں کہتا ہوں۔" (تذکرہ ص ۳۹۵ طبع دوم)

خدا کی وحی " یہ اس کی وحی ہے جو بلند آسمانوں کا خدا ہے۔" (تذکرہ ۳۸۵ ۳۹۵ طبع ۲)

وحی کا تابع " اور وہ اپنی خواہش کے ماتحت نہیں بولتا بلکہ وحی کا تابع ہے جو نازل کی جاتی ہے۔"

(تذکرہ طبع دوم ۳۸۸)

(تذکرہ طبع سوم ۳۷۹)

خدا کی وحی سے بولتا ہے " اور یہ اپنی طرف سے نہیں بولتا بلکہ جو کچھ تم سنتے ہو یہ خدا کی وحی ہے۔" (تذکرہ طبع دوم ۳۰۶ طبع سوم ص ۳۹۵)

اگر اپنی وحی کا انکار کروں تو کافر ہو جاؤں

"ہم کو خدا تعالیٰ کے اس کلام پر جو ہم پر وحی کے ذریعہ نازل ہوتا ہے اس قدر یقین اور علیٰ وجہ البصیرۃ یقین ہے کہ بیت اللہ میں کھڑا کر کے جس قسم کی قسم چاہو قسم دے دو بلکہ میرا تو یقین یہاں تک

ہے کہ اگر میں اس بات کا انکار کردوں یا وہم بھی کروں کہ یہ خدا کی طرف سے نہیں تو معاً کافر ہوجاؤں۔" (حاشیہ تذکرہ طبع دوم ۳۱۳ طبع سوم ۳۰۰)

وحی اللہ کی حالت " جس رات میں نے اپنے دوست کو یہ باتیں سمجھائیں تو اسی رات مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے وہ حالت ہوکر جو وحی اللہ کے وقت میرے پر وارد ہوتی ہے وہ نظارہ گفتگو کا دوبارہ دکھلایا گیا۔" (تذکرہ طبع دوم ۳۱۱ طبع سوم ۲۹۸)

وحی پر وحی ".... فرمایا جب یہ وحی ہوئی تو میں غضب الٰہی سے ڈر گیا اور میں نے دعا کی تب یہ وحی ہوئی ... پھر دعا کی تو یہ وحی نازل ہوئی ... اس کے بعد یہ وحی ہوئی ... (تذکرہ طبع دوم ۳۲۱، ۳۲۲)

خدا کی وحی " میں قسم حضرت احدیت جل شانہ کی کھا کر کہتا ہوں کہ میرے پر خدا نے اپنی وحی کے ذریعہ ظاہر فرمایا ہے کہ میرا غضب زمین پر بھڑکا ہے۔" (تذکرہ طبع دوم ۳۳۵ طبع سوم ۳۴۱)

شعری وحی " یہ شعر اللہ تعالیٰ کی وحی ہے۔" (تذکرہ حاشیہ طبع دوم ص ۳۵۲ طبع سوم ص ۳۴۷)

خدا کی وحی " رات کو میری ایسی حالت تھی کہ اگر خدا کی وحی نہ ہوتی تو میرے اس خیال میں کوئی شک نہیں تھا کہ میرا آخری وقت ہے۔"
(تذکرہ طبع دوم ص ۳۵۸ طبع سوم ص ۳۴۳)

وحی سے اطلاع " خدا نے مجھے اپنی وحی سے اطلاع دی کہ یہ شخص میری عزت دور کرنے کے لئے حملہ کرے گا۔"
(تذکرہ طبع دوم ص ۳۵۹ طبع سوم ۳۴۴)

فقرات وحی الٰہی " کشفی حالت وحی کی طرف منتقل ہوگئی چنانچہ وہ تمام فقرات وحی الٰہی کے جو بعض اس کشف سے پہلے اور بعض بعد میں تھے۔ ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔
(تذکرہ طبع دوم ص ۳۶۰، ۳۶۵ طبع سوم ۳۴۸، ۳۴۹)

میرے پاس جبرائیل آیا "آئل جبرائیل ہے۔ فرشتہ بشارت دینے والا۔ آیا میرے پاس آئل اور اس نے اختیار کیا (یعنی چن لیا تجھ کو) اور گھمایا اس نے اپنی انگلی کو۔ (تذکرہ طبع دوم ۳۶۵ طبع سوم ۳۴۹)

حضرت رؤف رحیم پر خدا کی وحی "
ہمارے مکرم خان صاحب محمد علی صاحب کا چھوٹا لڑکا عبدالرحیم سخت بیمار ہوگیا ... ۲۵ اکتوبر کو حضرت اقدس (غلام احمد قادیانی) کی خدمت میں بڑی بے تابی سے عرض کی گئی .... رؤف رحیم (غلام احمد قادیانی) تہجد میں اس کے لئے دعا کر رہے تھے کہ خدا کی وحی سے آپ پر کھلا .... جب خدا تعالیٰ کی قہری وحی نازل ہوئی .. اس جلالی وحی سے میرا بدن کانپ گیا۔" (تذکرہ طبع دوم ص ۵۰۳ طبع سوم ۴۹۵)

نزول وحی " حضرت (مرزا قادیانی۔ ناقل) جناب باری میں دعا کررہے تھے کہ نزول وحی ہوا سلاما" سلاما"۔"
(تذکرہ طبع دوم ۵۲۸)

پاک وحی "آج رات تین کے قریب خدا تعالیٰ کی پاک وحی مجھ پر نازل ہوئی جو ذیل میں لکھی جاتی ہے۔ تازہ نشان تازہ نشان کا دھکہ۔
(تذکرہ طبع دوم ص ۵۳۰)

وحی الٰہی خدا تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا فرمایا ہے کہ آخری حصہ زندگی کا یہی ہے جو اب گزر رہا ہے ۔جیسا کہ عربی میں وحی الٰہی ہے ... یعنی تیری اجل مقدر اب قریب ہے اور ہم تیری نسبت ایک بات بھی ایسی نہیں چھوڑیں گے جو موجب رسوائی اور طعن و تشنیع ہو۔ (تذکرہ طبع دوم ص ۵۳۵)

(نوٹ) مگر مرزا قادیانی کو خدا تعالیٰ نے خوب ذلیل و رسوا کیا اس کی تمام پیش گوئیاں بالکل جھوٹی نکلیں اور منہ مانگی موت وبائی ہیضے سے جہنم رسید ہوا۔ (ناقل)

زلزلے کی وحی " خدا تعالیٰ کی وحی میں زلزلہ کا بار بار لفظ ہے ... اس کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ بڑے زور سے زلزلہ آیا ہے۔
(تذکرہ طبع دوم ص ۵۳۶ ـ ۵۳۷)

خاص وحی " یہ خدا تعالیٰ کی خبر اور اس کی خاص وحی ہے جو عالم الاسرار ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں چھپ کر آؤں گا۔" (تذکرہ طبع دوم ص ۵۴۰)

بطور وحی کے " پھر بطور وحی کے زبان پر جاری ہوا۔" (تذکرہ طبع دوم ص ۵۴۲)

وحی ہوئی " وحی ہوئی زندگیوں کا خاتمہ"۔
(تذکرہ طبع دوم ص ۵۷۱ طبع سوم ۵۷۷)

تیرے شخص پر وحی کا نزول " میں تیری جماعت کے لئے تیری ہی ذریت سے ایک شخص کو قائم کروں گا اور اس کو اپنے قرب اور وحی سے مخصو سکروں گا۔"
(تذکرہ طبع دوم ص ۵۷۸ طبع سوم ۵۸۳)

وحی خفی " خدا نے میرا دل وحی خفی سے اس طرف مائل کیا۔"
(تذکرہ طبع دوم ص ۵۸۰ طبع سوم ۵۸۷)

وحی ہی وحی " تیرے باپ دادوں کا ذکر منقطع ہوجائے گا۔ اور تیرے بعد سلسلہ خاندان کا تجھ سے شروع ہوگا۔" کے تحت حاشیہ میں مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں:

"یاد رہے کہ ظاہری بزرگی اور وجاہت کے لحاظ سے اس خاکسار کا خاندان بہت شہرت رکھتا تھا ..... اب خدا تعالیٰ اپنی وحی میں وعدہ دیتا ہے اور مجھے مخاطب کرکے فرماتا ہے کہ اب یہ خاندان اپنا رنگ بدل لے گا اور اس خاندان کا سلسلہ تم سے شروع ہوگا اور پہلا ذکر منقطع ہوجائے گا اور اس وحی الٰہی میں کثرت نسل کی طرف بھی اشارہ ہے ... لیکن خدائے عالم الغیب جو دانائے حقیقت حال ہے بار بار اپنی وحی مقدس میں ظاہر فرمایا ہے ... پھر اور وحی میں میری نسبت فرماتا ہے ... پھر اپنی ایک اور وحی میں مجھ کو مخاطب کرکے فرماتا ہے ... میرے خاندان کی نسبت ایک اور وحی الٰہی ہے۔

(حاشیہ تذکرہ طبع سوم ص ۱۳۲ ۳۳۴ '۳۵)

نام بذریعہ وحی کے " شفیع للہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی کے یہ میرا نام رکھا ہے اور اس کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کا شفیع "

(تذکرہ طبع سوم ۱۷۰)

وحی میں برکت " برکت دی اللہ تعالیٰ نے تیرے الہام میں تیری وحی میں اور تیری خوابوں میں"

(حاشیہ تذکرہ طبع سوم ص ۱۷۳)

وحی الٰہی کا سلسلہ " ایک آسمانی کشش میرے اندر کام کررہی ہے۔ یہاں تک کہ وحی الٰہی کا سلسلہ جاری ہوگیا۔" (تذکرہ طبع دوم ص ۲۹)

پرشوکت وحی " میں اس کی اہانت کروں گا جو تیری اہانت کا ارادہ کرے گا یہ ایک نہایت پرشوکت وحی اور پیش گوئی ہے۔" (تذکرہ طبع دوم ص ۳۲)

وحی سناوے " سو ان کو وہ وحی سناوے جو تیری طرف تیرے رب سے ہوئی۔"

(تذکرہ طبع دوم ص ۵۲ اس ۴۵)

وحی ہوتی ہے " کہ میں صرف تمہارے جیسا ایک آدمی ہوں مجھ کو یہ وحی ہوتی ہے۔"

(تذکرہ طبع دوم ص ۹۳۔ ص ۲۷)

وحی سے مشرف قریباً "۱۸۸۲ء میں اللہ تعالیٰ نے مجھے اس وحی سے مشرف فرمایا کہ ....

(تذکرہ طبع دوم ص ۹۳)

وحی کا خلاصہ " یہ میرے رب کی اس وحی کا خلاصہ ہے جو اس نے مجھ پر نازل کی پس میں نے اپنے پروردگار کے پیغامات ان کو پہنچادیئے۔"

(تذکرہ ص ۱۱۰ دوم ۲)

وحی " اللہ جل شانہ کی وحی اور الہام سے میں نے مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔"

(تذکرہ طبع دوم ص ۱۷۷)

بقیہ: ہمبرو شکر

لیکن میری یہ دعا احتقانہ تھی' چنانچہ درخواست نہیں نکلی' حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ نے ایک دوست سے کہا وہ حج افسر کے پاس مجھے لے گئے' اور مجھ سے راستے میں کہنے لگے کہ تم حج افسر سے یہ کہنا کہ والد صاحب کی درخواست کئی سال سے نہیں نکل رہی۔ اور مجھے والد صاحب کے ساتھ خادم کی حیثیت میں جانا ہے کیوں کہ وہ کمزور ہیں' بات صحیح تھی' غلط نہیں تھی۔ الغرض حج افسر سے یہ سارا قصہ بیان کیا' حج افسر نے کہا کہ درخواست کا فارم لے لو' اور اس کو پر کرکے مجھے دے دو' میں منظوری دے دوں گا' چنانچہ فارم پر کرکے دیئے گئے' اور ان دوست نے' اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائیں' باقی تمام کارروائی مکمل کرائی۔

جن لوگوں کی درخواستیں نکل آئی تھیں۔ ان کو ایک ایک مہینے کے بعد اطلاع دی گئی کہ تمہاری سیٹیں جہاز میں ہیں۔ اور فلاں تاریخ کو تمہیں جانا ہوگا۔ اور ہمیں موصوف نے آٹھویں دن وہ ساری چیزیں لاکر دے دیں۔ ٹکٹ بھی دے دیا اور تاریخ کا تعین بھی ہوگیا' میں نے کہا تھے لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے واسطہ اور ذریعہ بنایا تھا' جن کو ہمارے ثواب میں شامل کرنا تھا اور جن کی قدردانی ہم پر واجب کرتا تھی ہم ان کو کیسے محروم کرسکتے تھے؟ اس لئے میں نے کہا وہ دعا احتقانہ تھی۔ عبدیت کے خلاف تھی۔ بندے کا کام مانگنا ہے تجویزیں پیش کرنا نہیں۔ اگر وہ کوئی نعمت کسی واسطے کے ذریعہ دینا چاہتے ہیں۔ تو ہمیں اس واسطہ کی بھی قدر کرنی چاہیے۔ الغرض جو لوگ بھی کسی نعمت کا واسطہ اور ذریعہ بنیں۔ وہ بھی لائق قدر ہیں' آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ

"جو شخص انسانوں کا شکر نہ کرے اس نے اللہ تعالیٰ کا بھی شکر نہیں کیا"۔ مطلب یہ کہ منعم حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہیں۔ لیکن جن لوگوں کو حق تعالیٰ شانہ نے نعمت کا واسطہ اور ذریعہ بنایا ہے۔ اگر یہ شخص انکا شکر نہیں کرتا تو یہ شخص منعم حقیقی کا کیا شکر کرے گا؟؟ اسباب اور ذرائع کو اللہ تعالیٰ نے جو واسطہ اور ذریعہ بنایا۔ اس میں بھی بے شمار حکمتیں ہیں' اس کی قدرتیں ہیں' اس کی حکمت کے راز ہیں۔ لیکن ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے تم ان پردوں میں الجھ کر نہ رہ جانا بلکہ پردے کے پیچھے سے ہمیں دیکھنا' نعمتیں ہم دینے والے ہیں' منعم حقیقی ہم ہیں' اور جس شخص کی بصیرت کی نگاہ صحیح ہو اور یہ پردہ اس کے سامنے سے ہٹ گیا ہو اس کو اس تصور سے کہ جتنی نعمتیں مل رہی ہیں وہ مالک کی طرف سے مل رہی ہیں۔ ایک خاص قسم کی لذت نصیب ہوتی ہے' وہ ان نعمتوں کو صحیح طور پر استعمال کرے گا۔ رسول اللہ ﷺ کھانا کھاتے تھے دسترخوان پر بیٹھ کر تو اس طرح تواضع کے ساتھ عاجزانہ انداز میں بیٹھتے تھے جیسے غلام اپنے آقا کے سامنے کھانا کھاتا ہے' اور فرماتے تھے!

" انما انا عبد آکل کما یاکل العبد"

(کنزالعمال جلد ۔ ۲۲۳)

" میں تو بندہ ہوں اس طرح کھاؤں گا جیسے غلام کھاتا ہے"۔ کیوں کہ نظر اس طرف تھی کہ حق تعالیٰ شانہ' سامنے بٹھا کر کھلا رہے ہیں' ہماری نظر اس طرف نہیں جاتی۔ یہی وجہ ہے کہ جب ہم کھانا کھاتے ہیں شروع میں بسم اللہ الرحمان الرحیم پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے' حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے اور جس کھانے پر بسم اللہ نہ پڑھی جائے شیطان اس میں شرکت کرلیتا ہے"۔

(مشکوٰۃ ص ۳۶۳ بروایت مسلم)

گزشتہ سے پیوستہ

قادیانی مذہب کا انسائیکلوپیڈیا
مجلس تحفظ ختم نبوت کی بلند پایہ علمی پیشکش

قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ

ایک مختصر رسالہ سے ۱۱۶۴ صفحات کی ضخیم تالیف کیسے وجود میں آئی

یوں تو خلیفہ صاحب قادیاں کو دنیا جہان سے مخالفت کا شکوہ ہے لیکن پھر بھی حکومت سے اور احرار سے بدگمانی کی کوئی حد معلوم نہیں ہوتی۔ رازداری کی خبر میں بھی کافی صراحت موجود ہے۔ ملاحظہ ہو:

"اب بھی خطرہ کچھ کم نہیں ہوا صرف اس نے اپنی شکل بدل لی ہے۔ ورنہ خطرہ پہلے سے بڑھ گیا ہے۔ میں اس کی تفصیلات میں نہیں پڑ سکتا۔ مگر یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ خطرہ پہلے سے زیادہ ہوگیا ہے۔ حکومت کی طرف سے بھی اور احرار کی طرف سے بھی۔ جب انہوں نے سمجھ لیا کہ یہ قوم (قادیانی) بے وقوف نہیں کہ یوں ہی آسانی سے اسے پکڑا جا سکے تو ان کے حملے نے اب عقل مندانہ شکل اختیار کرلی ہے"۔

(میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیاں کا خطبہ جمعہ' مندرجہ اخبار "الفضل" قادیان' نمبر۴۹' جلد ۲۳' ص۹' مورخہ ۱۸ جنوری ۱۹۳۶ء)

لامحالہ خود قادیانی جماعت بھی عام طور پر ماحول سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی اور ڈھیلی پڑ گئی تو خلیفہ صاحب نے ان کی بھی خوب خبر لی اور اپنے ڈکٹیٹر بننے کا اعلان کر دیا۔ ملاحظہ ہو:

"گزشتہ سال کے خطبات کے بعد میں سمجھا تھا کہ اب کئی سال تک جماعت کو جگانے کی ضرورت پیش نہ آئے گی مگر ابھی آٹھ ماہ ہی گزرے ہیں کہ سستی پیدا ہونے لگی ہے۔ ایک دو ہی دن ہوئے میں نے ایک اور رنگ میں بات کی تھی مگر ناظر صاحب بیت المال نے خیال کیا کہ میں نے کہا ہے کہ میں تحریک جدید کے لیے اس سال چندہ کی تحریک نہیں کروں گا اور وہ اس بناء پر بہت خوش ہوئے کہ اس تحریک سے چندہ عام کی ادائیگی میں سستی پیدا ہوگئی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کارکن جماعت کے سستوں کا بوجھ محسوس کرنے لگے ہیں۔ لیکن میں نے گزشتہ سال یہ اعلان کر دیا تھا کہ اب میں سستوں کی پرواہ نہیں کروں گا اور جو مستعد ہیں' ان کو آگے لے جاؤں گا۔ ہم سونے والوں کو جگائیں گے مگر جو نہیں جاگیں گے' ان کو چھوڑتے جائیں گے۔

پچھلے سال میں نے بتایا تھا کہ میں نے جس قربانی کا مطالبہ کیا ہے' یہ بہت ہی کم ہے۔ آئندہ کے لیے جو اسکیم میرے مدنظر ہے' وہ بہت بڑی قربانیوں کا تقاضا کرتی ہے اور اب یہی ہوگا کہ کمزوروں کے متعلق ہم یہ ہی کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے اور جو باقی ہیں' ان کو آگے بڑھا لے جاؤں گا اور اس صورت میں خواہ دس آدمی بھی میرے ساتھ ہوں۔ انجام کار فتح ان ہی کی ہوگی۔

پس ان معاملات میں اب میں نہ ناظروں کی پرواہ کروں گا نہ انجمن کی' نہ افراد کی اور نہ جماعتوں کی اور نہ مشوروں سے کام کروں گا۔ اب تو یہی ہے کہ جو ہمارے ساتھ چل سکتا ہے چلے' اور جو نہیں چل سکتا' وہ پیچھے رہ جائے۔ اب میں اس پوزیشن میں کوئی تبدیلی کرنے کو تیار نہیں ہوں...... اب قربانی کا مطالبہ زیادہ سے زیادہ ہوگا۔ جو اس کو بوجھ سمجھتا ہے' وہ نہ اٹھائے۔ حتیٰ کہ جو انگلی اٹھا کر بھی کوئی اعتراض کرے گا' میں اسے جماعت سے علیحدہ کر دوں گا"

(میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان کی تقریر' مندرجہ اخبار "الفضل" قادیان' جلد ۲۳' نمبر۴۹' ص ۷' مورخہ ۲۷ اگست ۱۹۳۵ء)

پھر خلیفہ صاحب قادیان نے اپنی جماعت کو جوش دلایا کہ موت تک کے واسطے تیار ہو جائیں۔ ملاحظہ ہو:

"برادران کرام! گزشتہ دو سال کے عرصہ میں ہم شاید سینکڑوں مرتبہ جمع ہوئے ہوں گے۔ تا اپنی مظلومیت اور بعض سرکاری حکام کی احرار نوازی کی داستان ذمہ دار ارکان حکومت تک پہنچائیں اور پھر زور اور طاقت کے ساتھ اسے پہنچانے کی کوشش کرتے رہے ہیں لیکن معلوم ہوتا ہے کہ حکومت کے متعلق کانگرسی اصحاب کا یہ مشہور قول بالکل درست ہے کہ وہ بہت اونچا سنتی ہے۔ ہمیں نہایت ہی افسوس ہے کہ مجلس احرار نے حکومت سے وفاداری رکھنے والی اور مصیبت میں اس کے کام آنے والی جماعتوں (یعنی قادیانیوں) کو اس سے منقطع کرنے کے لیے جو پروگرام تجویز کیا تھا' وہ ہمارے صوبہ کے بعض افسروں کی عاقبت نااندیشی اور کوتاہ نظری کے باعث بہت حد تک کامیاب ہوتا جا رہا ہے......

آپ لوگ قریباً دو سال سے جس وقت کے لیے تیار ہو رہے ہیں اور بوقت ضرورت جن قربانیوں کے لیے تیاری کے پرجوش وعدے کرتے رہے ہیں' ان کا وقت آن پہنچا ہے۔ اب آپ کو شاید ایسے مواقع بہت کم ملیں گے کہ کسی جلسہ میں جمع ہو کر نعرے لگا دیں اور پرزور الفاظ میں سلسلے کی خاطر ہر قربانی کا وعدہ کرکے گھروں کو چلے جائیں بلکہ اب وہ وقت آگیا ہے کہ آپ کو عملاً قربانیاں کرنی پڑیں گی اور خدا کی راہ میں ممکن ہے آپ میں سے بعض کو جانیں دینی پڑیں۔ حکومت کی طرف سے انتہائی سزاؤں کا مورد بننا پڑے اور دشمنوں کی طرف سے ہر قسم کی ایذاؤں کا مقابلہ ہو

پڑے"۔

(قادیانیوں کی نیشنل لیگ قادیان کا ایک اجلاس عام' تقریر میاں محمود احمد صاحب' مندرجہ اخبار "الفضل" قادیان' جلد ۲۳' نمبر ۴۰' ص ۱' ۲۱ اگست ۱۹۳۵ء)

(واضح باد کہ قادیانی مذہب کا پہلا ایڈیشن رجب ۵۲ھ میں تیار ہوا۔ گویا جمادی الاول ۵۴ھ تک تقریباً دو سال گزرے جس مدت کا تقریر میں ذکر ہے۔ للمولف بہانی)

"قادیان ۵ جولائی ۱۹۳۵ء آج حضور نے (یعنی میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان نے) مخالفین احمدیت کے انتہائی مظالم' ان کی ناقابل برداشت بد زبانیوں اور ایذا رسانیوں کا ذکر فرماتے ہوئے نہایت ہی دردناک جمعہ کا خطبہ ارشاد فرمایا۔ جس کے دوران میں سامعین کی ہچکیاں بندھ گئیں اور کوئی آنکھ آنسو بہانے سے باز نہ رہ سکی۔ یہ خطبہ انشاء اللہ بہت جلد درج اخبار کیا جائے گا"۔

(اخبار "الفضل" قادیان' جلد ۲۳' نمبر ۶' ص ۲' مورخہ ۷ جولائی ۱۹۳۵ء)

"تم (قادیانیوں) سے اگر کوئی پوچھے کہ اسلام کی زندگی کی کیا صورت ہے تو تمہاری طرف سے اس کا ایک ہی جواب ہونا چاہیے کہ:

"ہماری موت' موت' موت"

پس تم اس کے لیے تیار ہو جاؤ"۔

(میاں محمود احمد صاحب' خلیفہ قادیان کا خطبہ جمعہ' اخبار "الفضل" قادیان' جلد ۲۲' نمبر ۱۸۸' ص ۱۰' مورخہ ۴ جون ۱۹۳۵ء)

لامحالہ اس دوران میں مالی دقتیں بھی نمودار ہو گئیں۔ اگرچہ اس قسم کی دقتیں بالعموم کم ظاہر ہونے پاتی ہیں۔ تاہم بہ حالت مجبوری اعلان میں آگئیں:

"احباب کرام کو معلوم ہے کہ مخالفین سلسلہ عالیہ احمدیہ کی شرارتوں کی وجہ سے کچھ عرصہ سے مرکز پر بہت سے غیر معمولی اخراجات کا بوجھ بڑھ رہا ہے' جس کے باعث صدر انجمن احمدیہ اب پھر زیر بار ہو گئی ہے اور معمولی بجٹ میں اسے اخراجات کا پورا کرنا مشکل ہو رہا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اب کچھ عرصے سے انجمن کے کارکنوں اور متعلقین کو ان کی تنخواہیں اور وظائف باقاعدگی کے ساتھ ماہ بماہ ادا نہیں کیے جا سکتے اور بعض ضروری کاموں میں رکاوٹ واقع ہوئی ہے۔ اس مشکل کو حل کرنے کے لیے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے یہ تجویز پسند فرمائی ہے کہ اس وقت ایک نئی تحریک تیس ہزار روپیہ قرض کے لیے جماعت کے ان خاص احباب سے کی جائے' جو حصول ثواب کی خاطر خوشی سے اس میں شریک ہونا چاہیں"۔

(اعلان مندرجہ اخبار "الفضل" قادیان' جلد ۲۳' نمبر ۶' ص ۲' مورخہ ۱۰ ستمبر ۱۹۳۵ء)

"اب میں اس سوال کو لیتا ہوں کہ ہم نے اس تحریک پر گیارہ لاکھ روپیہ صرف کیا۔ اس میں قابل غور امر یہ ہے کہ یہ روپیہ آیا کہاں سے..... ہم پر تو ایک لاکھ چالیس ہزار قرض ہے۔ دو دو ماہ کی تنخواہیں لوگوں کو نہیں ملیں۔ پھر یہ گیارہ لاکھ روپیہ کہاں سے آگیا"۔

(میاں محمود احمد صاحب' خلیفہ قادیاں کا خطبہ جمعہ' مندرجہ اخبار "الفضل" قادیاں' ج ۲۳' نمبر ۶۹' ص ۸' مورخہ ۱۹ ستمبر ۱۹۳۵ء)

عام جماعت کے ساتھ ساتھ کارکن جماعت بھی شاید بددل ہو گئی کہ اس نے خلیفہ صاحب کے مقابل خود رائی اور خودسری شروع کر دی۔ چنانچہ اس بارے میں خلیفہ صاحب کی شکایت قابل ہمدردی معلوم ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو:

"اگر ناظروں میں تعاون نہ ہو اور وہ میری باتوں کو نہ سنیں' جو تجاویز میں پیش کروں' اس کے بجائے وہ اپنی تجاویز چلانا چاہیں' جو میں تدابیر بتاؤں ان کو چھوڑ کر وہ اپنی تدبیریں بروئے کار لائیں اور اگر کارکنوں میں تعاون نہ ہو' مبلغوں میں تعاون نہ ہو اور میں کچھ کہتا رہوں اور وہ کچھ کرتے رہیں تو یہ وہی بات ہوگی کہ ۔

من چہ سرایم و طنبورۂ من چہ می سراید

مگر مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اخلاص کی کمی کی وجہ سے نہیں' بلکہ تربیت کے نقص کی وجہ سے اب تک میری مثال اور ناظروں اور کارکنوں کی مثال بالکل یہی ہے کہ ۔

من چہ می سرایم و طنبورۂ من چہ می سراید

میں کچھ کہتا ہوں وہ کچھ اور کرتے ہیں۔ میں کوئی اسکیم پیش کرتا ہوں' وہ کوئی اور سکیم چلاتے ہیں۔ میں کوئی اور پالیسی بتاتا ہوں' وہ اپنی پالیسی کے پیچھے چلے جاتے ہیں..... ضرورت اس بات کی ہے کہ جماعت محسوس کرے کہ خلیفہ وقت جو کچھ کہتا ہے' اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اگر تو وہ سمجھتی ہے کہ خلیفہ نے جو کچھ کہا' وہ غلط کہا اور اس کا نتیجہ اچھا نہیں نکل سکتا تو جو لوگ یہ سمجھتے ہوں' ان کا فرض ہے کہ خلیفہ کو سمجھائیں اور اس سے ادب کے ساتھ تبادلہ خیالات کریں"۔

(میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان کا خطبہ جمعہ مندرجہ اخبار "الفضل" قادیان' نمبر ۱۷۷' جلد ۲۳' ص ۸' ۲۱ جنوری ۱۹۳۶ء)

یوں تو خلیفہ صاحب قادیان نے بہت کچھ جوش و خروش دکھایا لیکن ساتھ ہی بخوبی محسوس کر لیا کہ عام ناراضی کی کتاب لانا محال ہے۔ ترکیب کے ساتھ پہلو بدلنا ضرور ہے کہ یہ ظاہر بات بھی بنی رہے اور رفع شکایت بھی ہو جائے۔ مرزا صاحب کی نبوت اور مسلمانوں کی تکفیر۔ قادیانی جماعت کا یہ بنیادی مسلک ہے اور وہ ان دونوں پہلوؤں کو لازم و ملزوم سمجھتے ہیں۔ چنانچہ اس مسلک پر ان کو کس درجہ استقرار و اصرار ہے' کتاب میں بکثرت شہادت موجود ہے۔ مصلحت وقت کی خاطر خلیفہ صاحب قادیان نے بالآخر کفر کو کافی فرما دیا کہ نبوت بھی ضمناً وجعلی پڑ جائے۔ عاقل را اشارہ کافی است۔ توقع تھی کہ یہ قسمی نقش کام دے جائے گی اور مسلمانوں کی شکایت و ناراضی کسی نہ کسی حد تک رفع ہو جائے گی مگر مسلمان چونکہ قادیانی اعتقادات و جذبات سے بخوبی واقف ہو چکے ہیں' یہ تدبیر کچھ کارگر ثابت نہ ہوئی۔ بہرحال تکفیری ترمیم قابل ملاحظہ ہے:

"ہم میں اور ان (غیر احمدیوں) میں تو کفر کی تعریف میں اختلاف بھی

بہت سا پایا جاتا ہے۔ یہ لوگ کفر کے معنی سمجھتے ہیں کہ اسلام کا انکار' حالانکہ ہم یہ معنی نہیں کرتے' نہ کفر کی یہ تعریف کرتے ہیں۔ ہم تو سمجھتے ہیں کہ اسلام کے ایک حد تک پائے جانے کے بعد انسان مسلمان کے نام سے پکارے جانے کا مستحق سمجھا جا سکتا ہے۔ لیکن جب وہ اس مقام سے نیچے گر جاتا ہے تو گو وہ مسلمان کہلا سکتا ہے مگر کامل مسلم اسے نہیں سمجھا جا سکتا۔ یہ تعریف جو ہم کفر و اسلام کی کرتے ہیں' ان کے کفر اور ہمارے کفر میں بہت بڑا فرق ہے۔ ان کا کفر تو ایسا ہے جیسا سرمہ والا سرمہ پیستا ہے۔ وہ بھی جب کسی کو کافر کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کرتا ہے کہ اسے پیس کر رکھ دیں۔ کہتے ہیں وہ جہنمی ہے اور ابدی دوزخ میں پڑے گا۔ لیکن ہم دوسروں کو کافر اصطلاحی طور پر کہتے ہیں۔ ورنہ بالکل ممکن ہے کہ ایک شخص کفر کی حالت میں مرے لیکن خدا تعالیٰ کسی خوبی کی وجہ سے جنت میں داخل کر دے"۔

(میاں محمود احمد صاحب' خلیفہ قادیان کا خطبہ جمعہ' مندرجہ اخبار "الفضل" قادیان' مورخہ یکم مئی ۱۹۳۵ء' منقول از اخبار "الفضل" جلد ۲۲' نمبر ۱۸۹' ص ۳' مورخہ ۳ جون ۱۹۳۵ء)

خلیفہ صاحب قادیان نے اپنے بچاؤ کی جو تدبیر نکالی' تو اس سے اپنے پرایوں کا اور شکوہ بڑھ گیا کہ اس درجہ غلط بیانی کی کیا گنجائش تھی۔ تکفیر کے معاملے میں قادیانی مسلک کس کو معلوم نہیں۔ کتاب میں تو آئندہ بکثرت اقتباسات موجود ہیں۔ فی الحال یہاں دو مختصر لیکن مستند حوالے ملاحظہ ہوں:

"ایک شخص نے حضرت خلیفتہ المسیح (مولوی نور الدین صاحب) سے سوال کیا کہ حضرت مرزا صاحب کے ماننے کے بغیر نجات ہے یا نہیں۔ فرمایا اگر خدا کا کلام سچا ہے تو مرزا صاحب کے ماننے کے بغیر نجات نہیں ہو سکتی"۔

(تشحیذ الاذہان قادیان' جلد ۹' نمبر ۱۱' صفحہ ۲۲' ماہ نومبر ۱۹۱۴ء' و اخبار "بدر" نمبر ۲' جلد ۱۳' مورخہ ۱۱ جولائی ۱۹۱۳ء)

اب جب کہ یہ مسئلہ بالکل صاف ہے کہ مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی صاحب) کے ماننے کے بغیر نجات نہیں ہو سکتی تو کیوں خواہ مخواہ غیر احمدیوں کو مسلمان ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے"۔

("کلمتہ الفصل" مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی مندرجہ "ریویو آف ریلیجنز" نمبر ۳' جلد ۱۴' صفحہ ۱۳۹)

قادیانی صاحبان کی لاہوری جماعت گو مختصر ہے لیکن نسبتاً زیادہ تعلیم یافتہ اور زمانہ شناس ہے۔ اس لیے پہلے ہی تاڑ لیا کہ مرزا صاحب کی نبوت اور مسلمانوں کی تکفیر یہ چلنے والی بات نہیں ہے۔ ۔

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

چنانچہ مرزا صاحب کی وفات کے بعد جلد وہ ان عقائد سے دست کش ہو گئی اور اس پر قانع رہی کہ مرزا صاحب کو مسیح موعود یا کم از کم مجدد اسلام منوایا جائے اور ان کے مریدین و معتقدین کی ایک جماعت احمدی کہلائے اور اپنی صواب دید سے مرزا صاحب کی تعلیم پھیلائے۔ چنانچہ لاہوری جماعت کے امیر مولوی محمد علی صاحب کا انگریزی ترجمہ قرآن اس مسلک کا بہت نمایاں نمونہ ہے۔ بہرحال یہ جماعت فی الجملہ مسلمانوں سے گھلی ملی رہی اور مسلمانوں سے اپنے کاموں میں بہت کافی مدد لیتی رہی لیکن قادیانی منصوبے منکشف ہوئے تو مسلمان اس جماعت سے بھی کھٹکے۔ پس جس طرح خلیفہ صاحب قادیان نے مسلمانوں کی ناراضی کے خوف سے تکفیر میں ترمیم کرنی چاہی' امیر صاحب جماعت لاہور نے بھی کوشش کی کہ مسلمانوں کو غیر احمدی کہنا چھوڑ دیں۔ اگرچہ "احمدی" لقب اپنے واسطے مخصوص سمجھیں۔ چنانچہ ملاحظہ ہو:

"ایک معزز بزرگ نے جو ہماری جماعت کے بہت بڑے معاون ہیں' لیکن جماعت میں شامل نہیں حضرت امیر ایدہ اللہ (مولوی محمد علی صاحب) کی توجہ اس امر کی طرف منعطف کرائی ہے کہ جس صورت میں یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) نے اپنی جماعت کا احمدی نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم احمد کی بنا پر رکھا ہے' اپنے نام پر نہیں اور حقیقت بھی یہی ہے تو غیر از جماعت مسلمانوں کو "غیر احمدی" کے نام سے پکارنا کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔ کیونکہ وہ بھی تو احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی ہی عقیدت و وابستگی رکھتے ہیں جیسی کہ جماعت احمدیہ۔ انہیں غیر احمدی کہنا گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی غیریت ظاہر کرنا ہے۔ اس لیے غیر احمدی کے بجائے غیر از جماعت کے لفظ استعمال کیے جایا کریں تو قرین انصاف و مصلحت ہوگا۔

اس پر حضرت امیر ایدہ اللہ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اس سوال کو اخبار میں زیر بحث لایا جائے اور ذیل کے سوال پر احباب کی رائے معلوم کی جائے۔

اگر ہماری جماعت کا نام احمدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم احمد کی طرف منسوب ہے تو گو ایک جماعت خصوصیت سے اس اسم کا مظہر ہو سکتی ہے لیکن کسی دوسری جماعت کو غیر احمدی کہنا کہاں تک درست ہے جس کا ظاہر مفہوم یہ ہوگا کہ گویا ایسے لوگوں کو احمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی نسبت نہیں ہے اور جس صورت میں ہماری جماعت کے کسی فرد کا یہ خیال نہیں تو آیا ایسی حالت میں کہ بعض احباب کو یہ لفظ ناگوار گزرتا ہے۔ کیا مناسب نہ ہوگا کہ ہم اس لفظ کے استعمال کو چھوڑ دیں۔

امید کہ احباب کرام اس بارے میں اپنی آراء اخبار میں بھیج کر اس سوال پر روشنی ڈالیں گے۔ خاکسار دوست محمد۔

(اخبار "پیغام صلح" لاہور' جلد ۲۳' نمبر ۳۸' بابت ۱۱ جون' ۱۹۳۵ء)

عام بیداری کے تحت ڈاکٹر سر محمد اقبال کی تحریک اور مسلمانوں کی تائید پر انجمن حمایت اسلام لاہور نے ۱۹۳۶ء کے اوائل میں ایک قرارداد منظور کی جس کی رو سے قادیانی صاحبان انجمن کی رکنیت سے علیحدہ ہو گئے اور آئندہ کے واسطے بھی ناقابل شرکت قرار پائے۔

اس موقع پر مولوی محمد علی صاحب قادیانی امیر جماعت لاہور نے اپنی برأت کے واسطے جو معذرت پیش کی' وہ قابل غور ہے۔ ملاحظہ ہو:

"اگر آپ احمدیہ جماعت لاہور کے متعلق کوئی فتویٰ دینا چاہتے ہیں تو جماعت کے مطبوعہ عقائد آپ کے سامنے ہیں۔ تیس سال قبل کی میری

ذاتی تحریرات سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ ان عقائد کی بناء پر جو فتویٰ دینا چاہیں' دیں۔ اگر ذاتی طور پر مجھ پر فتویٰ کا سوال ہے تو ایسا کفر کا فتویٰ' جس کو تیس سال قبل کی تحریروں سے سہارا دینے کی ضرورت ہو' شاید ہی مفید ثابت ہو"۔

(اخبار "پیغام صلح" لاہور نمبر ۸' جلد ۲۴' مورخہ ۳ فروری ۱۹۳۶ء)

گویا کنایتہ" مولوی محمد علی صاحب قادیانی تسلیم کرتے ہیں کہ تیس سال قبل خود مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کی حیات اور صحبت میں ان کے جو عقائد تھے اور جن کو وہ شائع بھی کرتے تھے' تکفیر کا موجب ہو سکتے ہیں لیکن اس دوران میں ان کے عقائد بالکل بدل گئے۔ گویا کہ وہ مسلمان ہو گئے لیکن پھر بھی وہ مرزا صاحب کے کامل تبع رہے اور اب بھی قادیانی جماعت لاہور کے امیر ہیں۔

معشوق ما بہ شرب ہر کس موافق ست با ما شراب خورد و بہ زاہد نماز کرد

ڈاکٹر سر محمد اقبال کو بار بار یاد دلایا جاتا ہے کہ وہ حال تک قادیانی جماعت کے مخالف نہ تھے بلکہ ایک گونہ موافق اور مؤید تھے۔ چنانچہ مولوی محمد علی صاحب بھی مذکورہ بالا معذرت میں کنایتہ" تحریر کرتے ہیں:

"علامہ سر محمد اقبال جیسے بلند پایہ انسان جسے (یعنی خود مولوی محمد علی صاحب قادیانی کو) آج سے چار سال پیشتر ایک مسلمان کمیٹی کا صدر بنائیں' آج اسے کافر قرار دیں۔ مرزا محمود احمد صاحب (خلیفہ قادیان) کو کشمیر کمیٹی کا صدر بنانے میں سر محمد اقبال پیش پیش تھے اور جس جماعت کو سولہ سترہ سال پیشتر ٹھیٹھ اسلامی سیرت کا نمونہ بتائیں (یہ الفاظ علی گڑھ میں ڈاکٹر سر محمد اقبال نے احمدیوں کے متعلق کہے) اسے آج کافروں کی جماعت قرار دیں۔ پس مناسب یہ ہے کہ جو کچھ فتویٰ آپ دیں' وہ آج کی تحریرات پر دیں"۔

(اخبار "پیغام صلح" لاہور' نمبر ۸' جلد ۲۴' مورخہ ۳ فروری ۱۹۳۶ء)

کیفیت یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب نے اپنے مذہب کو جس شکل میں پیش کیا' وہ مدتوں ابہام التباس اور تضاد کی بدولت چیستان اور معمہ بنا رہا۔ حتیٰ کہ خود مرزا صاحب کو اور ان کے صاحبزادے میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان کو اعتراف بلکہ اصرار ہے کہ مدت تک خود مرزا صاحب کو ٹھیک پتہ نہ چل سکا کہ وہ کیا دعویٰ کر رہے ہیں اور کیا حیثیت رکھتے ہیں۔ بہ مشکل تمام آخر عمر میں مرزا صاحب کچھ سمجھے کہ وہ واقعی نبی اور رسول ہیں لیکن پھر بھی انہوں نے اس درجہ بات گول رکھی کہ اب تک قادیانیوں کی لاہوری جماعت باوجود مرزا صاحب کی پیرو ہونے کے ان کے ادعائے نبوت و رسالت کی تاویل کرتی ہے۔

ان ہی الجھنوں کی بدولت مدت تک مسلمان متردد رہے کہ بالآخر مرزا صاحب کے مذہب پر کیا حکم لگائیں۔ بالخصوص جدید تعلیم یافتہ طبقے نے حسن ظن مقدم سمجھا لیکن قادیانی صاحبان نے اس حسن ظن سے دل کھول کر فائدہ اٹھایا۔ حتیٰ کہ ان کا اصلی مسلک اور حقیقی مقصد بخوبی واضح ہو گیا اور مسلمانوں کو ان کے اقوال و افعال سے بخوبی ثابت ہو گیا۔

ترسم کہ بہ کعبہ نہ رسی اے اعرابی کیں راہ کہ تو میروی بہ ترکستان ست

چنانچہ ڈاکٹر سر محمد اقبال نے بھی جو حال میں انگریزی مضامین لکھے ہیں' ان میں افسوس کیا ہے کہ مدت تک مسلمان دھوکے میں رہے اور حال میں ان پر قادیانی تحریک کی پوری حقیقت کھلی۔ اس صورت میں مسلمانوں کو شکایت کا حق ہے نہ کہ قادیانی صاحبان کو کہ حسن ظن اور حسن سلوک بے محل ثابت ہوا۔ تاہم جہاں تک عقائد کا تعلق ہے' ڈاکٹر سر محمد اقبال نے مولوی محمد علی صاحب قادیانی کی طرح کوئی رنگ نہیں بدلا۔ بلکہ آج سے ایک مدت قبل بھی ان کا وہی عقیدہ تھا جو آج ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب موصوف کا فتویٰ ملاحظہ ہو:

"لمعات میں ڈاکٹر محمد اقبال صاحب پی۔ ایچ ڈی بیرسٹرایٹ لاء کا ایک مضمون چھپا ہے جس میں وہ لکھتے ہیں کہ جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی ایسے نبی کے آنے کا قائل ہے جس کا انکار مستلزم کفر ہو۔ وہ خارج از دائرہ اسلام ہے۔ اگر قادیانی جماعت کا بھی یہی عقیدہ ہے تو وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہے"۔

(اخبار "الفضل" قادیان جلد ۲۳' نمبر ۲۵۰' مورخہ ۱۵ اپریل ۱۹۳۶ء)

رہی یہ فرمائش کہ سابقہ تحریرات کو نظر انداز کر کے جدید تحریرات پر فتویٰ دیا جائے' اس کے واسطے لازم ہے کہ مرزا صاحب کی وہ تعلیم اور وہ تصانیف جن پر سابقہ تحریرات مبنی ہیں' ان کے منسوخ و متروک ہونے کا اعلان کر دیا جائے تاکہ نفاق رفع ہو۔ اس کے بعد شاید فتوے کی ضرورت ہی باقی نہ رہے۔

اس کتاب کے تیسرے ایڈیشن پر ملک میں کیا رائے قائم ہوئی اور اس دوران میں کیا کیا آثار نمودار ہوئے' مختصر کیفیت پیش ہوئی۔ ذیل میں چوتھے ایڈیشن کی خصوصیات بطور اجمال پیش کرتے ہیں۔

اس کتاب کے پہلے ایڈیشن میں پانچ مختصر فصلوں کے تحت تقریباً پچاس عنوانات درج تھے۔ تقطیع چھوٹی حجم (۳۰) صفحہ' دوسرے ایڈیشن میں گیارہ فصلوں کے تحت تقریباً اڑھائی سو عنوانات درج ہوئے۔ تقطیع متوسط حجم (۲۲۰) صفحہ' تیسرے ایڈیشن میں تیرہ فصلوں کے تحت چار سو عنوانات درج ہوئے۔ تقطیع متوسط حجم (۴۲۵) صفحہ' خیال تھا کہ تیسرا ایڈیشن کتاب کی مستقل شکل قرار پائے گا۔ چنانچہ اس ایڈیشن میں اس کا اعلان بھی کر دیا تھا لیکن خدا کی قدرت اس دوران میں قادیانی تحریک کے متعلق مستند معلومات کا اور بہت سا ذخیرہ ہاتھ آ گیا۔ جس کی پہلے سے کوئی توقع نہ تھی اور جس کو نظر انداز کرنا بھی کسی طرح ممکن نہ تھا۔ لہٰذا یہ کل جدید معلومات چوتھے ایڈیشن میں شریک کر دی گئیں۔ بعض اقتباسات' جن سے کئی کئی پہلو نکلتے ہیں' اپنے اپنے محل پر کئی کئی جگہ بھی درج ہوئے ہیں لیکن یہ تکرار صرف چند اقتباسات کے واسطے مخصوص ہے۔ عام طور پر ہر اقتباس اپنے محل پر صرف ایک مرتبہ درج ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بہ تعداد کثیر جدید عنوانات شریک ہوئے اور ان میں سے ہر ایک کے تحت کافی اقتباسات درج ہیں۔ ان کے علاوہ جا بہ جا قدیم عنوانات کے تحت بھی مزید اقتباسات درج ہوئے۔ ضمیمہ جات میں بھی اسی طرح کچھ اضافہ ہوا۔ بغرض امتیاز جدید عنوانات کے ساتھ علامت (ج) اور مزید اقتباسات درج ہونے کی صورت میں قدیم عنوانات کے ساتھ علامت (م) تحریر کر دی ہے تاکہ کوئی چاہے تو بہ یک نظر معلوم کر لے کہ تیسرے ایڈیشن کے مقابل چوتھے ایڈیشن میں کیا کیا اضافہ ہوا۔ علاوہ

باقی صفحہ ۲۲ پر

بقیہ: عشق رسول کے تقاضے

تیارات ایک ننگ دین ننگ وطن ، ننگ انسانیت' دوغلے بدترین شخص مرزا غلام احمد قادیانی کو سونپ دی گئی۔ کفر نے اپنا کفریہ لباس اتارا۔ کفریہ انداز و چال کا رنگ ڈھنگ بدلا۔ کفر نے اسلام کا لبادہ اوڑھا۔ چہرے پر داڑھی سجائی ماتھے پر محراب ابھارا.... سر پہ عمامہ رکھا' ہاتھ میں تسبیح پکڑی.... لبوں پر قرآن کی آیات سجائیں.... زبان پر اسلامی وعظ جاری کیا اور بغل میں دو دھاری چھری رکھی اور مسلمانوں میں گھس گیا اور ایسا گھل مل گیا کہ پہچان مشکل ہو گئی پھر کفر نے اسلام کی تبلیغ شروع کر دی گئی۔ یہاں تک آج بھی مرزا قادیانی کی ذریت اپنے بھیانک پروپیگنڈے کے ساتھ اسلام کے تار و پود بکھیرنے میں سرگرداں ہے۔ آج بھی قادیانی کے دجل و فریب کا دھندا پوری شدت سے جاری ہے لیکن مسلمان رواداری' بے جا کے مرتکب ہو رہے ہیں مسلمانو! رسول آخرین' کے امتی کہلانے والو! قادیانیوں کی یہ سازشیں اللہ کے خلاف ہیں.. اللہ کے آخری نبی خاتم کائنات محمد عربی ﷺ کے خلاف ہیں۔ اللہ کے دین اسلام کے خلاف ہیں ..... اگر ہم یہ کہتے ہیں ہمارا اللہ سے ناطہ ہے۔ رسول اللہ سے تعلق ہے.... کتاب اللہ سے واسطہ ہے تو بتایئے ہم نے اللہ اور اس کے رسول معظم اور اس کی کتاب مقدس کے دشمنوں قادیانیوں کے خلاف کیا کام کیا؟ کیا جدوجہد کی؟ کیا آواز اٹھائی ؟اگر ہم نے کچھ نہیں کیا تو ذرا ٹھنڈے دل سے سوچیں کیا ہم اپنے دعوائے محبت رسول میں سچے ہیں؟ اپنے گریباں میں جھانک کر دیکھیں کیا ہم مسلمان ہیں؟۔

پوچھ رہی ہے یہ جرس' اہل جنوں کو کیا ہوا
دیکھ رہی ہے رہگزر' اہل وفا کدھر گئے

سن لیجئے! ہمارے سب سے بڑے محسن نہ دوست احباب ہیں نہ رشتہ دار ہیں' نہ اساتذہ ہیں' نہ والدین ہیں۔ ہمارے بلکہ ساری انسانیت کے سب سے بڑے محسن وہ رسول عربی ہیں۔ جنہوں نے ہمیں خدا سے ملایا' جنہوں نے انسانوں کو خدا کا جلوہ دکھایا۔ جنہوں نے فلک کی بلندی' زمیں کی پستی' رات کی تاریکی' دن کی روشنی' سورج کی چمک' جگنوں کی دمک ذرے کی پرواز اور قطرہ کی طراوت میں عرفان ربانی کی سیر کرائی !!جن کی تعلیم نے درندوں کو چوپانی' بھیڑیوں کو گلہ بانی' رہزنوں کو جہاں بانی' غلاموں کو سلطانی اور شاہوں کو اخوانی سکھائی ! اے محمد عربی' سے محبت کے دعویدارو! تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ تمہاری دینی غیرت و حمیت کہاں چلی گئی! آج پوری دنیا میں کفر اسلام کی گردن کاٹ رہا ہے لیکن تم خواب خرگوش کا شکار ہو! آخر یہ غفلت کی چادر اتار پھینک کر رسول' کے تحفظ ناموس کے لئے کب میدان عمل میں آؤ گے؟

ہم شب و روز تحفظ ناموس رسول' کے لئے برسرپیکار ہو جائیں۔ آخر میں بس اتنا ضرور کہوں گا کہ:

اے چشم اشکبار ذرا دیکھ تو سہی
یہ گھر جو بہہ رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

استاذ العلماء مولانا محمد عبداللہ صدیقی انتقال کر گئے' اناللہ وانا الیہ راجعون

جمعیت علماء اسلام کراچی کے رہنما و مولانا ڈاکٹر قاری نصیر الدین سواتی کے والد محترم استاذ العلماء مولانا عبداللہ صدیقی گزشتہ دنوں طویل علالت کے بعد اس دار فانی سے رخصت ہو گئے۔ ان کی نماز جنازہ شیخ الحدیث مولانا نور الہدیٰ نے پڑھائی۔ مولانا مرحوم کی نماز جنازہ میں کثیر تعداد میں علماء' طلباء اور معززین شہر نے شرکت کی۔ جمعیت علماء اسلام صوبہ سندھ کے امیر مولانا عبدالصمد ہالیجوی' ناظم اعلیٰ مولانا ڈاکٹر علامہ' خالد محمود سومرو' مولانا قاری شیر افضل' مولانا محمد مراد' مولانا گل محمد انقلابی' سید عزیز احمد شاہ امروٹی' عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مجلس شوریٰ کے رکن مولانا انوار الحق حقانی اور دیگر علماء کرام مذہبی و سیاسی رہنماؤں نے مولانا موحوم کے فرزند ڈاکٹر مولانا قاری نصیر الدین سواتی سے دلی تعزیت کا اظہار کیا اور دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ نصیب فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

سانحہ ارتحال

ضلع بھکر کی مشہور مذہبی و سماجی شخصیت حافظ ممتاز علی' ۲۰ جون ۱۹۹۶ء کو دل کا دورہ پڑنے سے انتقال کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم ضلع بھکر کے مذہبی اور سماجی حلقوں میں اچھا مقام رکھتے تھے۔ اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے سرگرم رہنما کی حیثیت سے جانے جاتے تھے۔ محاذ نبوت کے لئے جب بھی کوئی مشکل پیش آئی تو مرحوم اپنے ذاتی کام چھوڑ کر حضور اکرم ﷺ کی ختم نبوت کے لئے سب سے آگے ہوتے تھے۔ ان کی وفات کا سن کر بھکر کے مذہبی اور سماجی حلقوں کو بہت صدمہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عنایت فرما کر ان کے درجات کو بلند کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔ مولانا محمد علی صدیقی اور دیگر جماعتی رفقاء نے مرحوم کے پسماندگان سے دلی تعزیت کا اظہار کیا ہے۔

قیامت کی خاص نشانیاں

"قیامت کی خاص علامات میں سے ہے۔ ا۔ بدکاری' ۲۔ بدزبانی' ۳۔ قطع رحمی (کا عام ہو جانا) ۴۔ امانت دار کو خیانت کار اور خائن کو امانت دار قرار دینا۔"

(کنز العمال)

گزشتہ سے پیوستہ

مرزا غلام احمد قادیانی کی کہانی تاریخی حقائق کی زبانی

لاہور میں ورود' مذہبی چھیڑ چھاڑ اور مناظرانہ سرگرمیاں

مرزا غلام احمد بحیثیت مبلغ اسلام

مولوی محمد حسین کی صلاح اور صوابدید کے بموجب مرزا جی نے مقدمہ بازی اور گوشہ نشینی کے جھمیلوں سے دستبردار ہو کر اپنے مستقبل کے متعلق جو سلسلہ عمل تجویز کیا' اس کی پہلی کڑی غیر مسلموں سے الجھ کر شہرت و نمود کی دنیا میں قدم رکھنا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ پنڈت دیانند سرسوتی نے اپنی ہنگامہ خیزیوں سے ملک کی مذہبی فضا میں سخت تموج بپا کر رکھا تھا اور پادری لوگ بھی اسلام کے خلاف ملک کے طول و عرض میں بہت کچھ دریدہ دہنی کر رہے تھے۔ اب مرزا صاحب نے لاہور کا قصد کیا۔ ان ایام میں ان کے بچپن کے دوست و ہم سبق مولوی محمد حسین بٹالوی مسجد چینیانوالی لاہور میں خطیب تھے۔ مرزا صاحب لاہور آ کر ان سے ملے اور انہی کے پاس مسجد چینیاں میں اقامت اختیار کی۔ مرزا صاحب کو غیر اسلامی مذاہب کی کتابوں کے مطالعہ کی طرف کچھ مولوی محمد حسین کے مشورہ کے بعد ہی توجہ نہیں ہوئی بلکہ انہوں نے ہوش سنبھالنے کے بعد ہی سے ہندو لٹریچر اور مسیحی کتب اور ان تصنیفات کا مطالعہ شروع کر دیا تھا جو غیر اسلامی مذاہب کی تردید میں لکھی گئی تھیں۔ چنانچہ لالہ بھیم سین کا بیان ہے کہ مرزا صاحب تحفۃ الہند' تحفۃ الہنود' خلعت الہنود اور عیسائیوں اور مسلمانوں کے مناظروں کی کتابیں شروع سے دیکھا کرتے تھے۔ ("چودھویں صدی کا مسیح" ص ۵-۶) خود مرزا غلام احمد صاحب براہین احمدیہ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔ -

بہر مذہبے غور کردم بسے — شنیدم ز دل حجت ہر کسے
بخواندم ز ہر ملتے دفترے — بدیدم ز ہر قوم دانشورے
ہم از کودکی سوئے ایں تاختم — دریں شغل خود را بینداختم
جوانی ہمہ اندریں باختم — دل از غیر ایں کار پرداختم
بماندم دریں غم زمانے دراز — نہ خفتم ز فکرش شبان دراز

یعنی میں نے ہر مذہب کی کتابیں خوب پڑھی ہیں۔ ہر مذہب کے آدمیوں سے مبادلہ خیالات کیا ہے۔ کتب مذاہب کے مطالعہ میں بچپن سے منہمک ہوں اور ساری جوانی اسی ایک مشغلہ کی نذر کر دی ہے۔ یہاں تک کہ راحت و آرام سے دستکش رہ کر اکثر راتوں میں بھی مصروف مطالعہ رہا ہوں۔ چونکہ اب لاہور کے مذہبی معرکوں میں علمی حربوں کے جوہر دکھانے کا وقت تھا' اس لیے نہ صرف مولوی محمد حسین کی مشاورت کے بعد سے لاہور آنے تک بلکہ مسجد چینیاں میں اقامت گزین ہونے کے بعد بھی مرزا صاحب نے ان کتابوں کا مطالعہ خاص طور پر زیادہ کر دیا تھا جو علمائے اسلام کی طرف سے ہنود اور نصاریٰ کی تردید میں لکھی جا چکی تھیں۔

لاہور کی ابتدائی سرگرمیاں

اب مرزا صاحب کا لاہور میں قیام ہے اور مولانا ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی مشیر خاص ہیں۔ مرزا صاحب کی قابلیت اور بزرگی کا شب و روز پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے۔ منشی الٰہی بخش اکاؤنٹنٹ' بابو عبدالحق اکاؤنٹنٹ' حافظ محمد یوسف ضلعدار اور لاہور کے تمام دوسرے اہل حدیث اکابر و معززین' معاونین کے زمرہ میں ہیں۔ خانہ قمر کی آمدورفت شروع ہو چکی ہے۔ مشورے ہوتے ہیں۔ طرح طرح کی تدبیریں' جن سے مرزا غلام احمد آسمان شہرت پر آفتاب بن کر چمک سکیں' زیر غور ہیں۔ چند روز کے بعد آریوں سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی گئی ہے اور کبھی عیسائیوں کے مقابلہ میں ھل من مبارز کا نعرہ لگایا جاتا ہے۔ لاہور میں ہر طرف مرزا غلام احمد کا چرچا ہے' کہیں مناظرہ کا تذکرہ' کہیں حمایت اسلام کا اظہار' کہیں زہد و تقویٰ' عبادت و ریاضت کا افسانہ' غرض ہر جگہ مرزا صاحب ہی کا ذکر خیر ہے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی' بابو عبدالحق اکاؤنٹنٹ' منشی الٰہی بخش وغیرہ جہاں جاتے ہیں' ان کی مدح و توصیف کے پھول برساتے جاتے ہیں۔ لاہور میں آریہ سماج بالکل نئی نئی قائم ہوئی ہے۔ مسٹر عبداللہ آتھم پنشن لے چکے ہیں۔ عیسائیوں اور آریوں کا کوئی نہ کوئی پرچارک سرشام لوہاری دروازہ کے باہر باغ میں آ جاتا ہے اور مرزا صاحب ان میں سے کسی ایک سے الجھ پڑتے ہیں۔ آج غلام احمد صاحب کسی آریہ سے برسر مقابلہ ہیں' دوسرے دن کسی پادری سے جا ٹکراتے ہیں' غرض اسلام کا یہ نوخیز پہلوان ہر وقت کشتی کے لیے جوڑ کی تلاش میں رہتا ہے اور مجمع کو اپنے گرد جمع کر کے اپنے پہلوانی کمال دکھاتا ہے۔ بالجملہ کچھ دن یہی دلچسپ مشغلہ جاری رہا۔ چونکہ مرزا صاحب نے اپنے مجادلوں اور اشتہار بازیوں میں اپنے تئیں خادم و حامئ اسلام ظاہر کیا تھا اور وہ پبلک میں صرف مرزا غلام احمد رئیس قادیان کے نام سے روشناس تھے یعنی نہ تو کسی مجددیت و مسیحیت کے مدعی تھے اور نہ ابھی باقاعدہ الحاد و زندقہ ہی کے کوچہ میں قدم رکھا تھا' اس لیے ہر عقیدہ و خیال کا مسلمان مرزا صاحب کا مؤید و معاون تھا' خصوصاً وہ تمام علماء جنہوں نے آئندہ چل کر مرزا صاحب کے کفر و ارتداد کا فتویٰ دیا' مرزا صاحب کو حامی و ناصر دین یقین کرتے تھے اور ہر طرف سے ان کی عون و نصرت ہو رہی تھی۔ چند ماہ تک لاہور میں تبلیغی ہنگامے بپا رکھنے کے بعد مرزا صاحب قادیان چلے گئے اور وہیں سے آریوں کے خلاف اشتہار بازی کا سلسلہ شروع کر کے مقابلہ و مناظرہ کے نمائشی چیلنج دیتے رہے۔ چونکہ بحث و مباحثہ مقصود نہیں ہوتا تھا بلکہ غرض نام و نمود اور شہرت طلبی تھی' اس لیے آریوں کی ہر شرط و مطالبہ کو بلطائف الحیل ٹال جاتے اور اپنی طرف سے ایسی ناقابل قبول شرطیں پیش کر دیتے تھے کہ مناظرہ کی نوبت ہی نہ آتی تھی۔ اس وجہ سے قادیانی صاحب کی ساری اشتہار بازی نے

نتیجہ رسوائی اور بدمزگی بڑھ جانے کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا' البتہ اس سے مرزا جی کی دلی آرزو یعنی حصول شہرت و نمود پوری ہو گئی۔

مرزا غلام احمد کی مناظرانہ حیثیت

یہاں یہ جتلا دینا بھی ضروری ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب بحث و مناظرہ کے مرد میدان نہیں تھے۔ کاغذی گھوڑے تو بھلے برے دوڑا لیتے تھے لیکن تقریری بحث میں بہت جلد دم توڑ دیتے تھے۔ کبھی نہ دیکھا گیا کہ وہ کسی معرکہ سے کامیاب اور فاتحانہ باہر نکلے ہوں۔ بایں ہمہ دشمن کو للکارنے اور چیلنج دینے کے بڑے بہادر تھے۔ اگر فریق مقابل علمی سرمایہ سے تہی دست ہوتا تو وہ ان کے طوفان خیز چیلنج سے مرعوب ہو کر دم بخود رہ جاتا اور اگر کوئی عالم شریعت کچ مچ مقابلہ ہی پر ڈٹ جاتا تو اسے پیچ در پیچ شرطوں کی بھول بھلیوں سے باہر نکل کر مقابلہ کا موقع ہی نہ دیتے تھے۔ آج کل کے مرزائیوں کا طریق عمل ہمارے سامنے ہے۔ کیسی ہی ذلت آفرین شکست سے کیوں سابقہ نہ پڑے' ہمیشہ اپنی ہی فتح کا راگ الاپتے ہیں اور اپنی شکست و بدحالی اور ہزیمت و فرار کو خصم کی شکست و ہزیمت قرار دیتے ہیں۔ یہی حال ان کے پیر و مرشد کا تھا۔ وہ بھی ہمیشہ اپنی ہزیمت کو دشمن کی ہزیمت سے تعبیر فرمایا کرتے تھے۔ ڈاکٹر ایچ۔ ڈی۔ گرس وولڈ' پرنسپل (یا پروفیسر) فورمن کرسچن کالج لاہور نے کیا خوب لکھا کہ مرزا غلام احمد کی گزر اور اقبال مندی کا مدار سراسر شہرت پر تھا۔ مباحثہ کا نتیجہ کچھ ہی کیوں نہ ہو؟' مرزا صاحب بے تکلف اپنی فتح کا اعلان کر دیتے تھے۔ عقلی طور پر وہ اپنے دعاوی کو ولولہ انگیز پیرایہ میں مشتہر کرنے اور اپنی باتوں کو مضبوط بنانے میں بڑے ہوشیار تھے۔ خصوصاً" عوام الناس کی توجہ جذب کرنے کے فن میں تو استاد کامل تھے۔ (کتاب موسوم بہ "مرزا غلام احمد قادیانی مسیح و مہدی موعود" مولفہ ڈاکٹر ایچ ڈی گرس وولڈ' ص ۳۵)

مولانا شاہ محمد اسحاق" کا ایک پادری سے مناظرہ

ان شاء اللہ العزیز آپ کسی موقعہ پر آگے چل کر پڑھیں گے کہ قادیان کے "مسیح موعود" صاحب عبداللہ آتھم نامی ایک مرتد عیسائی سے دو ہفتے تک تحریری مناظرہ کرتے رہے لیکن اسے مغلوب نہ کر سکے۔ بلکہ روداد مناظرہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ باطل پرست ہونے کے باوجود وہ مرزا صاحب کو بری طرح رگیدتا رہا۔ لیکن خدا کے مقبول بندے اہل باطل کے مقابلہ میں مرزا صاحب کی طرح گھٹنوں اور دنوں تک تگ و دو نہیں کیا کرتے بلکہ دشمن کو منٹوں اور سیکنڈوں میں پچھاڑتے اور معاً ان کی چھاتی پر سوار ہو جاتے ہیں۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی" کے نواسہ مولانا شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی" کے زمانہ میں' جبکہ مغلیہ سلطنت کا آفتاب اقبال رو بہ زوال تھا' ایک بدزبان پادری دہلی آیا اور علمائے اسلام کو مناظرہ کی دعوت دی۔ بعض علمائے سوء کو' جو شاہ عبدالعزیز" کے خاندان سے حسد و عناد رکھتے تھے' شاہ اسحاق صاحب" سے بڑی کاوش تھی۔ انہوں نے جا کر اس پادری کو پٹی پڑھائی کہ تم تمام علماء کو چھوڑ کر خاص شاہ اسحاق کو اپنا مخاطب بناؤ اور

انہی کو مناظرہ کا چیلنج دو۔ چونکہ شاہ صاحب بالکل سادہ مزاج' کم سخن اور دنیا سے منقطع تھے اور زبان میں کسی قدر لکنت تھی' حاسدین کا خیال تھا کہ یہ لسان پادری شاہ صاحب کو ضرور مات دے گا اور ان کی رسوائی ہو گی۔ اب پادری نے شاہ صاحب کو مقابلہ کے لیے للکارنا شروع کیا۔ شاہ صاحب نے بھی بے تکلف یہ دعوت منظور فرما لی۔ انہی دنوں دہلی میں مولوی فرید الدین مراد آبادی اور مولوی محمد یعقوب صاحب اہل کتاب کے مناظرہ میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ جب انہوں نے سنا کہ شاہ صاحب نے دعوت مناظرہ منظور فرمالی ہے تو بہت گھبرائے اور جا کر شاہ صاحب سے عرض کیا کہ آپ بذات خود مناظرہ نہ فرمائیں' ہم کو اپنا وکیل بنا دیں۔ شاہ صاحب نے فرمایا' مشکل یہ ہے کہ اس نے میرا ہی نام لیا ہے اس لیے اعراض و انکار کی کوئی صورت نہیں۔ ظفر شاہ بادشاہ دہلی بھی شاہ صاحب کا مخالف تھا۔ قلعہ معلی میں مناظرہ کی ٹھہری۔ دھوم دھام سے مجلس مناظرہ منعقد ہوئی۔ یہ شاہ صاحب کا کچھ باطنی تصرف تھا کہ جب پادری شاہ صاحب کے سامنے آیا تو اس کے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا اور ایسا حواس باختہ ہوا کہ ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکال سکا۔ جب کچھ دیر ہو گئی تو شاہ صاحب نے پادری سے فرمایا کہ آپ کچھ فرمائیں گے یا میں ہی عرض کروں؟ اس نے کہا آپ ہی فرمائیں۔ شاہ صاحب نے تقریر شروع کی۔ حقانیت اسلام کے دریا بہا دیے اور بطلان مسیحیت کے وہ وہ دلائل پیش کیے کہ اعداء بھی عش عش کر گئے۔ پادری بالکل دم بخود بیٹھا تھا۔ نہ تو اس نے آپ کی تقریر پر کوئی اعتراض کیا اور نہ اپنی طرف سے کوئی سوال کر سکا۔ جب تمام لوگوں پر پادری کا عجز ظاہر ہو گیا تو شاہ صاحب نے ان بدطینت مولویوں کی طرف' جنہوں نے اس پادری کو ابھارا تھا' متوجہ ہو کر فرمایا کہ ہمارے خاندان کا معمول رہا ہے کہ وہ تفسیر سے پہلے بائبل پڑھا دیا کرتے تھے کیونکہ بائبل پر عبور ہوئے بغیر قرآن فہمی میں وہ لطف نہیں آتا جو تورات' انجیل اور زبور پڑھ لینے کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ اسی قاعدے کے بموجب مجھے بھی یہ کتابیں پڑھائی گئی تھیں' اس لیے میں عیسائی مذہب کی حقیقت سے اچھی طرح واقف ہوں۔ اس کے بعد فرمایا کہ اگر تمہاری خواہش کے بموجب اسحاق کو شکست اور ذلت ہوتی تو اس میں کچھ مضائقہ نہ تھا کیونکہ مجھے علم کا دعویٰ ہی کب ہے؟ لیکن اسلام تو تمہارا بھی تھا۔ اس سے تمام مخالف پانی پانی ہو گئے اور مناظرہ ختم ہوا۔ (امیر الروایات' ص ۲۲۳)

حکیم مرزا غلام مرتضیٰ کا انتقال

مرزا غلام احمد صاحب امتحان مختاری کی ناکامی کے بعد ۱۸۶۸ء میں قادیان چلے آئے تھے۔ باپ نے قانون دان اور خصومت پسند پا کر آتے ہی مقدمہ بازی کے کام میں لگا دیا۔ ۱۸۶۸ء سے لے کر ۱۸۷۶ء تک یعنی قریباً آٹھ سال تک برابر لوگوں سے دست و گریبان رہے۔ مقدمہ بازی کے آخری ایام میں حکیم غلام مرتضیٰ کا آفتاب حیات لب بام تھا۔ جب ان کا پیمانۂ حیات لبالب ہونے کو تھا تو انہیں پیچش کا عارضہ لاحق ہوا۔ مرزا غلام احمد صاحب اس وقت لاہور آئے ہوئے تھے۔ ان کو خط لکھا گیا۔ یہ قادیان پہنچے تو باپ بستر مرگ پر دراز تھا۔ جب گھر پہنچے تو تیمارداروں نے' جو پاس بیٹھے تھے' کہا غلام احمد تم آ گئے؟ یہ سن کر باپ نے منہ سے چادر اٹھائی اور بیٹے کی طرف دیکھ کر کہا' بیٹا غلام احمد تم آ گئے؟ خط پہنچ گیا تھا؟ مرزا غلام احمد نے کہا خط تو نہیں ملا' میں نے آپ کو خواب میں بیمار دیکھا تھا۔ (کتاب البریہ' مولفہ مرزا غلام احمد صاحب' ص ۱۵۹)۔ باپ نے کہا ہاں مجھے پیچش نے ہلاک کر ڈالا۔ اب کل سے کسی قدر افاقہ ہے۔ گو دنیا بہت ناپائیدار ہے۔ بیٹا! جس قدر میں نے اس پلید دنیا کے لیے سعی کی ہے' اگر وہی سعی دین کے لیے کرتا تو شاید آج قطب اور غوث ہوتا۔ (ایضاً' ص ۱۵۶) میں نے دنیا کے لیے ناحق عمر عزیز برباد کی۔ اب میرا وقت آخری ہے اور جو دم ہے وہ دم واپسین ہے۔ اس کے بعد شاید دوسرے ہی دن تیر قضا کا نشانہ بن گئے اور مسجد کے گوشہ میں سپرد خاک ہوئے۔

کیا رب العالمین نے مرزا غلام مرتضیٰ کی عزاداری کی؟

مرزا غلام احمد صاحب اپنے باپ کے حادثہ مرگ کے متعلق لکھتے ہیں۔ "دوپہر کے

وقت ہم سب عزیز ان کی خدمت میں حاضر تھے کہ مرزا صاحب نے معمولی سے مجھے فرمایا کہ اس وقت تم ذرا آرام کر لو۔ کیونکہ جون کا مہینہ تھا اور گرمی سخت پڑتی تھی۔ میں آرام کے لیے ایک چوبارہ (بالا خانہ) میں چلا گیا اور ایک نوکر پیر دبانے لگا۔ اتنے میں تھوڑی سی غنودگی ہو کر مجھے الہام ہوا والسماء والطارق یعنی قسم ہے آسمان کی جو قضا و قدر کا مبدء ہے اور قسم اس حادثہ کی جو آج آفتاب کے غروب کے بعد نازل ہوگا' اور مجھے سمجھایا گیا کہ یہ الہام بطور عزا پرسی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور حادثہ یہ ہے کہ آج ہی تمہارا والد آفتاب کے غروب کے بعد فوت ہو جائے گا۔ سبحان اللہ! کیا شان خداوند عظیم ہے اور ایک شخص جو اپنی عمر ضائع ہونے پر حسرت کرتا ہوا فوت ہوا ہے' اس کی وفات کو عزا پرسی کے طور پر بیان فرماتا ہے۔ اس بات سے اکثر لوگ تعجب کریں گے کہ خدا تعالیٰ کی عزا پرسی کیا معنی رکھتی ہے مگر یاد رہے کہ حضرت عزت جل شانہ جب کسی کو نظر رحمت سے دیکھتا ہے تو ایک دوست کی طرح ایسے معاملات اس سے کرتا ہے۔ (کتاب البریہ' مولفہ مرزا غلام احمد صاحب' ص ۲۰۰۔ ۲۰۱) مسیح قادیان کی اس تحریر سے معلوم ہوا کہ خدائے بے نیاز نے مرزا غلام احمد صاحب سے ان کے والد کے حادثہ مرگ پر ایک دوست کی طرح تعزیت کی۔ لوگ حیرت زدہ ہیں کہ خدائے احکم الحاکمین نے حضرت یوسف صدیق علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ان کے والد محترم حضرت یعقوب علیہ السلام کی رحلت پر عزا پرسی نہ کی اور اگر کی ہوتی تو ضرور احادیث نبویہ میں اس کا ذکر ہوتا۔ اسی طرح یعقوب علیہ السلام کے پاس ان کے والد مکرم حضرت اسحاق علیہ السلام کے حادثہ انتقال پر تعزیت نہ فرمائی اور حضرت اسحاق علیہ السلام سے ان کے پدر بزرگوار جناب ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال پر کوئی عزا پرسی نہ کی۔ اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس ان کے والد اکرم حضرت داؤد خلیفۃ اللہ علیہ السلام کے انتقال پر تعزیت نہ کی حالانکہ یہ تمام باپ بیٹے انبیاء و مرسلین تھے لیکن عزاداری کی تو حکیم غلام مرتضیٰ کے انتقال پر کی جو نہ نبی تھے نہ صدیق' نہ مہاجر تھے نہ شہید' نہ زاہد تھے نہ عارف' نہ عالم تھے نہ حافظ' غرض کچھ بھی نہ تھے۔ لیکن میں اس راز کو افشا کر دینا چاہتا ہوں کہ سنت مستمرہ کے خلاف ایسا کیوں ہوا؟ سو معلوم ہو کہ مرزا غلام مرتضیٰ صاحب میں دو خصوصیتیں ایسی پائی جاتی تھیں جو نہ کسی نبی میں گزری ہیں اور نہ کسی صدیق' شہید' عارف اور ولی میں۔ ان میں سے پہلی خصوصیت یہ تھی کہ وہ حضرت مرزا غلام احمد "مسیح زمان" کے والد تھے۔ دوسری یہ کہ وہ بے نماز تھے۔ موخر الذکر خصوصیت کے متعلق مرزا بشیر احمد صاحب' ایم۔ اے "سیرۃ المہدی" میں لکھتے ہیں۔ "ایک بغدادی مولوی آیا تو آپ (مرزا غلام مرتضیٰ) نے اس کی کمال خدمت کی۔ مگر اس نے کہا کہ تم نماز نہیں پڑھتے؟ آپ نے کمزوری کا اعتراف کیا۔ تکرار کے بعد مولوی نے کہا کہ تمہیں خدا دوزخ میں ڈالے گا تو آپ نے جوش میں آ کر کہا کہ تم کو کیا معلوم مجھے کہاں ڈالے گا۔ میں خدا سے بدظن نہیں ہوں۔ میری عمر ۷۵ سال کی ہے۔ خدا نے میری پیٹھ نہیں لگنے دی تو کیا اب مجھے دوزخ میں ڈالے گا؟" (سیرۃ المہدی' جلد اول' ص ۲۲۴) مرزا غلام مرتضیٰ کے عقاید و اعمال کے متعلق مولوی محمد حسین مرحوم بٹالوی نے اپنے

ماہوار رسالہ "اشاعۃ السنۃ" میں لکھا تھا "الہامی صاحب کے باپ مرزا غلام مرتضیٰ' جن کو میں نے بھی دیکھا ہے اور ان کے دیکھنے والے بہت سے لوگ اس وقت زندہ ہیں' صرف حکیمانہ مذہب رکھتے (یعنی دہریہ) تھے۔ اگر مذہب کی طرف کچھ میلان تھا تو تشیع کی طرف تھا۔ اور اس پیرانہ سالی میں جبکہ میں نے ان کو دیکھا ہے' ان کو نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ وغیرہ ارکان شرعیہ کا التزام نہ تھا۔ ممنوعات شرعیہ کا حال ہم نہیں لکھتے' یہ خود قادیانی سے یا اس کے دوستوں سے پوچھنا چاہیے"۔ (اشاعۃ السنۃ' جلد ۱۹' ص ۱۶۱)

تعزیت کرنے والی "ذات شریف"

ظاہر ہے کہ جب ایسے عقاید و اعمال رکھنے والے شخص کی موت پر خدا نے ماتم پرسی کی تو یہ وہ خدا نہیں ہو سکتا جو رب السموات والارض ہے بلکہ وہ قادیان کا عالی خدا ہوگا جسے ٹیچی ٹیچی یا اس قسم کے کسی دوسرے گو بیدہ نام سے یاد کرتے ہیں۔ یہاں یہ جتلا دینا بھی ضروری ہے کہ جس باپ کے مرنے پر "خدا" نے مسیح صاحب کے پاس ماتم پرسی کی تھی' مسیح صاحب اس باپ کے کہاں تک فرماں بردار تھے اور انہوں نے اپنے باپ کی کس حد تک خدمت گزاری کی تھی۔ مرزا احمد علی صاحب امرتسری کتاب "دلیل العرفان" میں لکھتے ہیں: "مفتی محمد عبداللہ نے رسالہ "شہادۃ قرآنی" کے صفحہ ۵ پر لکھا ہے کہ مولوی باقر علی بٹالوی نے ان سے بیان کیا کہ ایک دفعہ مرزا غلام مرتضیٰ پر فالج کا سخت حملہ ہوا اور زندگی سے مایوس ہو کر اپنے مخلص احباب کو اور مجھے (مولوی باقر علی کو) الوداعی ملاقات کے لیے بلا بھیجا۔ جب ہم لوگ قادیان پہنچے تو اس وقت مرزا غلام مرتضیٰ کی یہ حالت تھی کہ کروٹ تک نہ بدل سکتے تھے۔ ان کے ورود پر وہ کچھ مضطرب سے دکھائی دیے۔ دریافت کرنے پر کہنے لگے کہ میں اس خیال سے پریشان ہوں کہ تمہاری مہمان داری کون کرے گا؟ ہم نے کہا آپ کے فرزند مرزا غلام قادر۔ انہوں نے کہا' اسے میں نے کسی ضروری کام کے لیے کہیں باہر بھیجا ہے۔ ہم نے کہا' اچھا غلام احمد جو ہے۔ انہوں نے سرد آہ بھر کر جواب دیا کہ جب وہ میرے سرہانے تک کو نہیں آتا تو آپ لوگوں کی کیا پرواہ کرے گا۔ اس نے تو آج کل آوارگی اختیار کر رکھی ہے۔ مولوی باقر علی کا بیان ہے کہ کچھ دنوں کے بعد ذیلی قائم علی کے مکان پر مرزا غلام مرتضیٰ سے میری ملاقات ہوئی۔ اثنائے گفتگو میں میں نے غلام احمد کا حال دریافت کیا اور میں نے کہا کہ اب تو شاید اس کا چال چلن ٹھیک ہو گیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ چال چلن کیا' اس کی تو قیامت تک اصلاح نہیں ہوگی۔ (دلیل العرفان' مولفہ مرزا احمد علی امرتسری' ص ۴۲۔ ۴۳) اس بیان کی تائید خود مرزا غلام احمد صاحب کی ایک تحریر سے بھی ہوتی ہے جس سے یہ امر پایہ تحقیق کو پہنچتا ہے کہ مرزا غلام مرتضیٰ اپنے بیٹے مرزا غلام احمد سے ناخوش تھے اور غلام احمد صاحب اپنے والد محترم کے بے فرمان اور عاق تھے۔ مرزا غلام احمد صاحب نے اپنے والد کی رحلت کے کچھ عرصہ بعد لکھا تھا "ایسا ہی میرا بھائی امام الدین مجھے پیش آیا۔ وہ ان باتوں میں میرے باپ کے مقابلہ کا تھا۔ پس خدا نے ان دونوں کو وفات دی اور زیادہ دیر تک زندہ نہ رکھا اور اس نے مجھے کہا کہ ایسا ہی کرنا چاہیے تھا تاکہ تجھ سے خصومت کرنے والے باقی نہ رہیں"۔ (رسالہ ریویو' جلد ۲' صفحہ ۵۸۔۔۔۔ دلیل العرفان' ص ۴۳)

بقیہ: علمی محاسبہ

بریں چونکہ کیفیت اور کمیت کے لحاظ سے مضامین بہت بڑھ گئے' اس لیے کل کتاب کو از سر نو بیس فصلوں میں تقسیم کر دیا۔ امید ہے کہ اس تقسیم سے تفہیم میں بہت سہولت رہے گی۔ اس طرح چوتھے ایڈیشن میں بیس فصلیں اور ان کے چار تمہیدیں اور چار ضمیمے داخل ہیں۔ چونکہ حجم کافی بڑھ گیا ہے اس لیے متوسط تقطیع کے بجائے بڑی تقطیع پر کتاب طبع ہوئی۔ پھر بھی کافی ضخیم رہی۔

یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ آخر یہ اضافوں کا سلسلہ کب تک جاری رہے گا اور کتاب کی آخری شکل کب قرار پائے گی۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ ظاہر تیسرا ایڈیشن کھلا، قرار پا چکا تھا۔ یہ مختصر، مانند نہیں تھی کہ جس مواد کا وہم و گمان بھی نہ تھا'

وہ ظہورپذیر میسر آ گیا۔ لیکن کتاب اس نوبت پر آ گئی کہ آئندہ کسی متعدبہ اضافہ کی گنجائش اور ضرورت باقی نہیں رہی۔ یوں معمولی کمی بیشی دوسری بات ہے۔ لہٰذا اس چوتھے ایڈیشن کے مکمل ہونے میں کوئی شک نہیں ہو سکتا۔

سب سے اول عبدالخالق خاں سلمہ اور ان کے ساتھ عبدالحلیم سلمہ' عبدالقدوس ہاشمی سلمہ' غلام دستگیر رشید سلمہ اور برادرم کمال احمد فاروقی سلمہ۔ یہ وہ عزیز نوجوان ہیں' جنہوں نے اس کتاب کی تالیف' طباعت اور اشاعت میں ہاتھ بٹایا۔ اللہ تعالیٰ ان مخلصین کو دارین میں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

ملک و ملت کے بہی خواہ قادیانی لٹریچر کے اس مجموعے کو مطالعہ فرماویں۔ قادیانی صاحبان کے عذرات و تاویلات کو سماعت فرماویں اور پوری تحقیق کے بعد انصاف فرماویں کہ فی الواقع قادیانی تحریک دین و ایمان' تہذیب و اخلاق' تمدن و معاشرت اور قومیت و سیاست کے حق میں کیا حکم رکھتی ہے اور کیا انجام چاہتی ہے۔

بیت السلام' حیدر آباد دکن

ماہ شوال ۱۳۵۴ھ

معروضہ

خادم محمد الیاس برنی

اخبارِ ختمِ نبوّت

پاکستان بننے کے بعد ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت چلی جس میں دس ہزار سے زائد مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا

کراچی (رپورٹ ابو مریم) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے کاموں میں کارکنوں کی طرف سے سستی دیکھتے ہوئے مرشدی حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی زید مجدہم نے دفتر والوں کو حکم دیا کہ کراچی کے کام کی رفتار کو تیز کرنے کے لئے ساتھیوں کے گھروں پر جاکر دعوت دو تاکہ ان کے دل میں کام کی افادیت' احساس ہو اور وہ کچھ وقت اس کام کے لئے مخصوص کردیں۔ اس حکم کے پیش نظر مجلس کے مرکزی مبلغ مولانا نذیر احمد تونسوی' مولانا مفتی منیر احمد اخون' مولانا سعید احمد جلالپوری' مولانا محمد جمیل خان' محمد انور رانا پر مشتمل وفد نے دہلی مرکنٹائل سوسائٹی' دہلی کالونی' فیڈرل بی ایریا' نصیر آباد' محسن آباد کے ساتھیوں سے انفرادی اور اجتماعی ملاقاتیں کیں اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے کام کی طرف توجہ دلاتے ہوئے ان ساتھیوں کے مشورے سے جمعتہ المبارک ۱۱ صفر المظفر مطابق ۲۸ جون ۹۶ء کو دفتر ختم نبوت کراچی کی سطح پر اجتماع عام رکھا۔

الحمدللہ ساتھیوں نے اجتماع کو کامیاب بنانے کے لئے خوب محنت کی اور کثیر تعداد میں جماعت سے وابستہ ساتھی عصری نماز میں جمع ہوگئے جس میں دہلی کالونی' دہلی مرکنٹائل سوسائٹی' دہلی کالونی و پنجاب کالونی' فیڈرل بی ایریا نصیر آباد' شریف آباد' ماڈل کالونی' پیر کالونی' نیو کراچی' اتحاد' فیصل کالونی' سائٹ ایریا کے ساتھی شامل تھے حرکتہ الانصار کے نوید ہاشمی نے خصوصی طور پر شرکت کی۔

جامع مسجد فلاح نصیر آباد کے حافظ محمد جاوید کی تلاوت سے اجلاس کا آغاز ہوا۔ تلاوت کے بعد مولانا نذیر احمد تونسوی صاحب نے اجلاس کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے کہا کہ مسئلہ ختم نبوت پر قرآن مجید کی سو سے زائد آیات اور بے شمار احادیث نبویہ شاہد ہیں۔ امت کا سب سے پہلا اجماع جس مسئلہ پر ہوا وہ عقیدہ ختم نبوت ہے۔ خلیفہ اول سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب نبی اکرم ﷺ کی اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد منصب خلافت پر متمکن ہوئے تو آپ کو کئی فتنوں کا سامنا کرنا پڑا ان میں منکرین زکوۃ کے ساتھ جھوٹے مدعیان نبوت اور دجالین و کذابین کا فتنہ سب سے بڑا فتنہ تھا۔ مسیلمہ کذاب اور سجاح بنت حارث' طلیحہ اور اسود عنسی نے آپ ﷺ کے بعد جھوٹا دعویٰ نبوت کیا۔ بعد ازاں مسیلمہ اور سجاح نے شادی کرلی اور ایک بڑی جماعت بنالی۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے صحابہ کرام رضی اللہ اجمعین کو جمع کیا اور عقیدہ ختم نبوت پر اجماع کرتے ہوئے جھوٹے مدعیان نبوت کے خلاف جہاد کا حکم صادر فرمایا۔ شدید لڑائی ہوئی' بارہ سو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جس میں سے ۷۰۰ حفاظ اور قراء اور علماء صحابہ تھے اس جہاد میں شہید ہوئے اور مسیلمہ کذاب مع اپنے لشکر کے جہنم رسید ہوا۔ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں تقریباً پونے تین سو صحابہ شہید ہوئے جبکہ اس ایک معرکہ میں بارہ سو صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین شہید ہوئے اس سے مسئلہ کی اہمیت کا خودبخود اندازہ ہوجاتا ہے۔ بہرحال حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اس اجماعی مسئلے کو امت نے ہمیشہ اپنا حرز جان بناکر رکھا اور جب بھی کسی جھوٹے دجال اور کذاب نے جھوٹا دعویٰ نبوت کیا امت نے اس کے خلاف جہاد کیا اور اس کو جہنم رسید کیا۔ برصغیر میں انگریز جب تاجر کے بھیس میں آکر قابض ہوگئے تو انہوں نے جذبہ جہاد کو ختم کرنے اور امت کا رشتہ نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس سے توڑنے کے لئے مرزا غلام احمد نامی ایک شخص کو جو

سیالکوٹ کے ڈپٹی کمشنر آفس میں پندرہ روپے ماہانہ کا تھا ملازم ہی منتخب کیا اور اس نے جھوٹا دعویٰ کیا۔ علماء لدھیانہ اور علماء دیوبند جو خصوصاً" فقیہ ملت حضرت رشید احمد گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ نے اس جھوٹے مدعی دجال مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ کی بناء پر کفر کا فتویٰ جاری کیا۔ اس کے باوجود جب انہوں نے اپنے کفریہ عقائد سے توبہ نہیں کی تو محدث العصر حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ علیہ نے پانچ سو علماء کرام کو جمع کیا اور اس فتنہ کی گمراہی اور چالاکاری سے آگاہ کیا اور فرمایا اس کی وجہ سے مجھے چھ ماہ سے نیند نہیں آرہی۔ آخر کار آپ نے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ کو اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے امیر مقرر کیا اور خود بھی حضرت شاہ کے ہاتھ پر بیعت فرمائی اور تمام علما کرام سے بھی بیعت کروائی۔ عاشق رسول حضرت مولانا محمد یوسف بنوری" فرمایا کرتے تھے میں اس بیعت کرنے والے قافلے کا پانچواں فرد تھا اور اس لئے پانچویں نمبر پر حضرت امیر شریعت سے بیعت کی تھی۔ بہر حال اس فتنہ کی سرکوبی شروع کی اور آخر کار حضرت بنوری" کی امارت کے زمانہ میں ۱۹۷۴ء میں عظیم الشان تحریک کے بعد قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا اس کے بعد حضرت مولانا خواجہ خان محمد اور جانشین بنوری حضرت مفتی احمد الرحمان" کے دور میں ۸۴ء میں ضیاء الحق مرحوم نے امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری کیا۔ اس کے بعد سب مطمئن ہو گئے کہ ہم نے اپنا فریضہ ادا کر لیا۔ ادھر قادیانیوں نے اپنی بقاء اور تحفظ کے لئے زور و شور سے کام شروع کر دیا اور وہ جگہ جگہ تبلیغی سرگرمیوں میں مصروف ہو کر ہمارے نوجوانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اندرون سندھ میں بھی سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی ناکام کوشش میں مصروف ہیں۔ کراچی میں جگہ جگہ ڈش انٹینا کے ذریعے تبلیغ ہو رہی ہے۔ یورپی ممالک اور افریقی ممالک میں کام شروع ہو رہا ہے۔ اس صورت حال کے پیش نظر حضرت اقدس حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی زید مجدھم کے حکم پر آپ حضرات کو جمع کیا ہے کہ کراچی جو پاکستان کا دل ہے اور بین الاقوامی شہر ہے اس لئے آپ حضرات کو یہاں آنے کی زحمت دی ہے کہ آپ ہمیں مشورہ دیں کہ کام کو کس طرح مزید آگے بڑھایا جاسکے اور ان کی دجالی تبلیغ کو کس طرح روکا جائے۔

بعد ازاں مختلف ساتھیوں کی تجاویز کی روشنی میں درج ذیل فیصلے ہوئے۔

○ ہر ماہ کے آخری جمعہ کو دفتر ختم نبوت کراچی کے تمام یونٹوں کا ماہانہ اجتماع منعقد ہوگا۔ جس میں تمام ساتھی شرکت کو لازمی سمجھیں گے اور کوشش ہوگی کہ ہر ساتھی اپنے ساتھ مزید ساتھی کو ترغیب دے کر لائے۔ اس اجتماع میں کام کا جائزہ بھی لیا جائے گا اور ہر اجتماع میں ایک موضوع پر مختلف معلوماتی بیان ہوگا تاکہ ساتھی قادیانیت کے دجل و فریب سے مکمل آگاہ ہو سکیں۔

○ علماء کرام کا اجتماع فوری طور پر رکھا جائے جس میں مساجد میں عقیدہ ختم نبوت کے موضوع پر ماہانہ تقاریر اور پروگرام کا نظم ترتیب دیا جائے۔

○ تمام یونٹوں میں فوری طور پر اجتماعات کی تاریخیں مقرر کی گئیں تاکہ ان یونٹوں کو بھی فعال بنایا جائے اور مزید یونٹ قائم کئے جائیں۔

○ کراچی کے مختلف علاقوں میں فوری طور پر مقامی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دفاتر قائم کئے جائیں۔

○ قادیانیوں کی سرگرمیوں کو نگاہ میں رکھ کر فوری طور پر دفتر کو مطلع کرکے سدباب کے لئے کارروائی کی جائے۔

○

مانگا ضلع سیالکوٹ میں ختم نبوت کانفرنس

سیالکوٹ (پ ر) گزشتہ دنوں جامع مسجد مدنی موضع مانگا ضلع سیالکوٹ میں عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس سے مولانا محمد انور الصر مولانا محمد صدیق اختر، مولانا محمد اکرم نسیم اور دیگر علماء کرام نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ جس طرح قرآن و سنت کی روشنی میں مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق و اتحاد ہے کہ آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر ہیں آپ کے بعد قیامت تک کسی کو نبوت نہیں دی جائے گی۔ اسی طرح مسلمانوں کا اس مسئلہ پر بھی اتفاق ہے کہ قیامت کے قریب عیسیٰ ابن مریم ضرور آسمان سے نزول فرمائیں گے۔ اور آنحضرت ﷺ نے ان کے نزول کا وقت، نزول کی جگہ، نزول کے بعد ان کے کام کی پوری تفصیل بیان کرکے مرزا قادیانی جیسے دجالوں اور کذابوں کے دجل و فریب اور کذب سے اپنی امت کو آگاہ کر دیا تھا۔ تاکہ وہ قبل از وقت دھوکہ دے کر کسی کو گمراہ نہ کر سکیں۔ انہوں نے کہا کہ جب تک علماء حق زندہ ہیں۔ قادیانیوں کا کوئی حربہ کامیاب نہیں ہونے دیا جائے گا۔ کانفرنس کی کامیابی کے لئے ختم نبوت یوتھ فورس اہل حدیث یوتھ فورس، انجمن محبان رسول، انجمن محبان اولیاء اور مولانا عبدالغفور اثری نے بھرپور تعاون کیا۔ اللہ تعالیٰ تمام حضرات کو جزائے خیر دے۔

مردوں اور عورتوں کی آوارگی

"کاش میں جان لیتا کہ میرے بعد میری امت کا کیا حال ہوا (اور ان کو کیا کچھ دیکھنا پڑے گا) جب ان کے مرد اکڑ کر چلا کریں گے۔ اور ان کی عورتیں (سربازار) اتراتی پھریں گی۔ اور کاش میں جان لیتا جب میری امت کی دو قسمیں ہو جائیں گی، ایک قسم تو وہ ہوگی جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں سینہ سپر ہوں گے اور ایک قسم وہ ہوگی جو غیر اللہ ہی کے لئے سب کچھ کریں گے۔

محترمہ زاہدہ فاطمہ وفاق المدارس العربیہ

صنفِ نازک کا مرتبہ

عورت کے متعلق مشرق و مغرب کا مزاج باہم نہایت مختلف ہے مشرق میں عورت کی محبت دامن تقدس کا داغ ہے۔ وہ فقط ایوان عیش کی شمع دلفروز ہے جس کی روشنی عزت نشوان مریم کے تنگ حجروں کو اور بھی تاریک کردیتی ہے۔ محبت کیش مغرب اس کو خدا سمجھتا ہے۔ یا خدا کے برابر جانتا ہے اور کہتا ہے کہ جو عورت کی مرضی وہ خدا کی مرضی یورپ کے نزدیک کسی مذہب کے معقول ہونے کی بڑی دلیل یہ ہے کہ اس نے عورت کا کیا درجہ قائم کیا ہے۔

اسلام صراط مستقیم افراط و تفریط کے وسط سے نکلا ہے۔

وہ نہ عورت کو خدا جانتا ہے۔

نہ زندگی کی راہ کا کانٹا سمجھتا ہے۔

اس نے عورت کی بہترین تعریف یہ کی ہے کہ وہ مردوں کے لیے اس کشمکش گاہ عالم میں تسکین و تسلی کی روح ہے۔ (سیرت عائشہ صدیقہؓ)

قارئین حضرات ان صفحات میں صنف نازک کے مرتبہ کے متعلق پڑھیں۔

● یہ سورہ نساء کی پہلی آیت ہے۔ سورہ نساء کا نام ہی اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام نے طبقہ اناث کو اور جنس لطیف کو کیا مقام دیا ہے۔ اور اسلام معاشرت کو کس نگاہ سے دیکھتا ہے اس کا تصور کیا ہے اور وہ کتنا حقیقت پسند واقع ہوا ہے۔

● "لوگو اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا۔ (یعنی آدم علیہ السلام) اس سے اس کا جوڑا بنایا۔ پھر ان دونوں سے کثرت سے مرد و عورت (پیدا کرکے روئے زمین) پر پھیلا دیے اور خدا سے جس کے نام کو تم اپنی حاجت برآری کا ذریعہ بناتے ہو ڈرو اور (قطع مودت) ارحام سے (بچو) کچھ شک نہیں کہ خدا تمہیں دیکھ رہا ہے (سورہ نساء)

● میں سمجھتی ہوں کہ طبقہ اناث کے متعلق اسلام کے تصور اور مرد و عورت کی ذمہ داری اور تعلقات کی نوعیت پر یہ آیت پوری روشنی ڈالتی ہے۔ پہلے تو اللہ تعالیٰ نے اس میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ان دو طبقوں کی خلقت ایک ہی طرح ہوئی ہے۔ اور ان دونوں کی قسمت ایک دوسرے سے ایسی وابستہ ہے کہ گویا ایک جسم کے دو حصے ہوں۔ مرد و عورت کی جسمانی ساخت میں معمولی تبدیلی اس وجہ سے ہے کہ دونوں زندگی کا سفر خوشگواری سے طے کرسکیں۔

● پہلے تو ان دونوں طبقوں کا وجود نفس واحدہ سے ہے۔ پھر اس نفس واحدہ کو دو حصوں میں تقسیم کردیا گیا۔ اس تقسیم کے باوجود ان میں کوئی تضاد کوئی بیر نہیں۔ بلکہ وہ جاکر ایک ہی نقطہ پر جمع ہوجاتے ہیں۔ اس دنیا میں سفر کرنے والے انسان کو ہم سفر اس کی جنس سے دیا گیا ہے۔ اور وہ اس کے جسم کا حصہ ہے۔ پھر اس کے بعد ان دونوں سے نسل انسانی کی آفرینش اور افزائش ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کی رفاقت اور ہم سفری میں بڑی برکت عطا فرمائی کہ جو دو تھے۔ ان سے ہزاروں سے لاکھوں کروڑوں ہوئے۔ یہاں تک کہ صحیح تعداد کا شمار کمپیوٹر بھی نہیں لگا سکتا کہ کتنے انسان پیدا ہوئے۔ اس کو صرف خدا جانتا ہے۔ کثیراً کے لفظ سے خدا نے ان کی کثرت کی طرف اشارہ فرمایا۔

● پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اس خدا سے ڈرو جس کے نام پر تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو۔ قرآن مجید میں انقلابی طور پر یہ تصور پہلی مرتبہ پیش کیا گیا ہے کہ انسانی سوسائٹی کا ہر فرد ایک دوسرے کا محتاج ہے۔ ہر ایک سائل ہے۔ اور ہر ایک مسئول ہے۔ پھر تقسیم اس طرح نہیں کہ سائلین ایک طرف ہیں اور مسئولین دوسری طرف بلکہ جو سائل ہے وہ مسئول بھی ہے۔ جو مسئول ہے وہ سائل بھی ہے۔

"تسائل" (مشترک سوال و جواب) ایک ایسی زنجیر ہے جس میں ہر ایک بندھا ہوا ہے۔ ہماری تمدنی زندگی ایک جال ہے۔ جس میں ہر ایک دوسرے کا ضرورت مند ہے۔

مرد عورت کے بغیر اپنا قدرتی اور فطری سفر خوشگوار طریقے سے نہیں کرسکتا۔ اور شریف خاتون رفیق حیات کے بغیر خوشگوار طریقے سے زندگی نہیں گزار سکتی۔

● پھر یہ بھی فرمایا گیا کہ سوال جس کے نام پر تم کرتے ہو وہ خدا ہے۔ اسلامی معاشرہ خدا کے عقیدے، خدا کی عظمت، خدا کی قدرت اور خدا کی وحدت کے عقیدے پر وجود میں آتا ہے۔ ایک مسلمان مرد کی مسلمان خاتون سے ہمسفری اور رفاقت جب جائز ہوتی ہے جب وہ خدا کا نام بیچ میں لائیں۔ خدا کا نام ہی بیگانوں کو یگانہ بناتا ہے۔ دور کو نزدیک کرتا ہے۔ غیروں کو اپنا بناتا ہے۔ اور جس کی پرچھائیں بھی پڑنا گوارا نہ تھی ان کو ایسا قریب اور عزیز بنا دیتا ہے کہ ان کے بغیر زندگی کا صحیح تصور بھی نہیں ہوسکتا۔ وہ ایک دوسرے کے رفیق حیات اور ذمہ دار بن جاتے ہیں۔ شوہر اور بیوی کا تعلق ایسی محبت اور اعتماد کا تعلق ہے کہ بعض اوقات وہ والدین کے تعلق سے بھی بڑھ جاتا ہے۔ جو بے تکلفی، جو اعتبار، جو الفت، جو سادگی اور جو فطرت ان کے درمیان ہوتی ہے کسی اور رشتہ میں اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے نام کا کرشمہ ہے۔

● خدا کا نام بیچ میں آتا ہے۔ تو ایک نئی دنیا وجود میں آتی ہے۔ کل تک جو غیر تھا یا غیر تھی وہ اپنوں سے بھی زیادہ بڑھ کر اپنی بن جاتی ہے۔ ایک مسلمان مرد ایک مسلمان عورت ایک دوسرے کے ساتھ بے تکلف نہیں ہوسکتے۔ ایک دوسرے کے ساتھ بعض اوقات سفر بھی نہیں کرسکتے کیونکہ ایک دوسرے

کے لیے نامحرم ہے۔ لیکن جب خدا کا نام بیچ میں آجاتا ہے تو ایک مقدس رشتہ قائم ہوجاتا ہے۔

● یہ قرآنی معجزہ ہے کہ تساءلون بہ کہہ کر معاشرہ انسانی کا باہمی ارتباط، ہم آہنگی، وابستگی اور ہر ایک کا ایک دوسرے کے ساتھ جڑا ہونا ایسا بیان کر دیا کہ کوئی بڑے سے بڑا منشور اور بڑے سے بڑا چارٹر بھی ان کو بیان نہیں کرسکتا۔ فلسفہ اجتماعی عمرانیات (سوشیالوجی) کی بڑی ضخیم کتاب بھی اس کو بیان نہیں کرسکتی۔

● پھر یہ فرمایا کہ جس کا نام بیچ میں لاکر حرام کو حلال کرتے ہو، ناجائز کو جائز کرتے ہو اور اپنی زندگی میں انقلاب عظیم لاتے ہو اس پاک اور بڑے نام کی لاج بھی رکھنی چاہیے۔ زوجین کے گہرے اور محکم تعلق کو قرآن مجید میں ایک دوسرے انداز میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

"تم ایک دوسرے کا لباس بن جاتے ہو"

● یہ بھی قرآن مجید کا ایک معجزہ ہے کہ اس کے لیے لباس کا لفظ استعمال کیا۔ جو ستر پوشی اور زینت زندگی کی اہم ضرورت ہے۔ لباس کے لفظ میں وہ سب کچھ آگیا جو زوجین کے باہمی تعلق واعتماد کے متعلق زیادہ سے زیادہ کہا جاسکتا ہے تم ان کے لیے لباس ہو اور وہ تمہارے لیے لباس ہیں۔ لباس کے بغیر جس طرح انسان حیوانیت سے قریب تر نظر آتا ہے ویسے ہی ازدواجی زندگی کے بغیر انسان غیر متمدن نظر آتا ہے۔ ایک صحرائی مخلوق نظر آتا ہے۔ اس کو غیر متمدن اور غیر مہذب سمجھنا چاہیے۔

● اسلام میں ازدواجی تعلق کو زندگی کی ایک ضرورت کی حیثیت سے نہیں دیکھا گیا بلکہ اس کو ایک عبادت کا درجہ دیا گیا جس سے آدمی خدا کے قریب ہوتا ہے۔

● یعنی ہمارے یہاں ازدواجی تعلق کا، عقد نکاح کا تصور یہ نہیں کہ زندگی کی ضرورت کے تحت یہ کرنا ہی تھا۔ اور اس کے بغیر زندگی کا تلذذ حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کو دینی رنگ دیا گیا اس کو عبادت قرار دیا گیا اور اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی میں اس کا سب سے بڑا نمونہ پیش کیا اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ:۔

● "تم میں سب سے زیادہ بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے سب سے زیادہ بہتر ہو اور میں اپنے گھر والوں کے لیے سب سے بہتر ہوں"

● چنانچہ اگر آپ سیرت نبوی ﷺ کا مطالعہ کریں تو آپ کو یہ نظر آئے گا کہ آپ ﷺ کے اندر صنف نازک کا جو احترام، اس کے جذبات اور لطیف احساسات کا تصور اور ان کا جو لحاظ تھا۔ وہ طبقہ نسواں کے بڑے بڑے وکیل اور عورت کے احترام کے بڑے سے بڑے مدعی کے یہاں نہیں ملتا۔ اسی طرح وہ بڑے سے بڑے مقدس لوگوں رشیوں منیوں کی زندگی میں ملنا مشکل ہے۔ ازواج مطہرات کی دلجوئی، ان کی جائز تفریحات میں شرکت، ان کے جذبات کا خیال اور ان کے درمیان جو عدل فرماتے تھے اس کی نظیر نہیں ملتی۔

● انہی کے ساتھ نہیں بلکہ بچوں کے ساتھ بھی آپ ﷺ اس طرح پیش آتے تھے کہ نماز جیسی محبوب ترین چیز میں بھی آپ ﷺ محض اس وجہ سے اختصار فرمادیتے تھے کہ کسی ماں کو تکلیف نہ ہو۔ اگر کوئی بچہ روتا تھا۔ تو آپ نماز میں اختصار فرماتے تھے۔ یہ انتہائی قربانی ہے۔ رسول ﷺ کے لیے تو نماز سے بڑھ کر کوئی چیز تھی ہی نہیں۔ اس سے بڑھ کر کوئی نہیں ہوسکتی تھی۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ "بعض مرتبہ میں چاہتا ہوں کہ لمبی رکعت پڑھوں لیکن جب کسی بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو مجھے خیال ہوتا ہے کہ کہیں اس کی ماں کا دل نہ لگا ہو اس کی ماں کا دل نہ گھبرائے اس لیے نماز کو مختصر کردیتا ہوں۔"

● ہمارے سامنے یہ نمونے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس نام کو تم بیچ میں لائے ہو اس کی شرم بھی رکھنا یہ نہیں کہ اس سے فائدہ ہی فائدہ اٹھاؤ۔ یہ حکم عورتوں اور مردوں دونوں کے لیے ہے۔ مغربی تہذیب آج تیزی کے ساتھ زوال کی طرف جارہی ہے۔ آپ کو بھی احساس ہوگا کہ مغربی تہذیب کا زوال شروع ہوگیا ہے۔ یہ کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں۔ اس کا ایک بہت بڑا سبب یہ ہے کہ مغرب کے خاندانی نظام میں ایک ابتری پیدا ہوگئی ہے خاندانی نظام ٹوٹ رہا ہے۔ اس میں انتشار ہے۔ شوہر و بیوی میں جو اعتماد اور محبت ہونی چاہیے روز بروز اس میں کمی آرہی ہے۔ اس وقت کے مفکر اور فلاسفر پریشان ہیں اور کتابیں لکھی جارہی ہیں۔ کہ مغرب کے معاشرتی نظام کو ٹوٹنے اور بکھرنے سے کس طرح بچایا جائے۔ طرفین میں الفت و محبت ہونی چاہیے جو زندگی کی حقیقتاً لذت ہے۔ اس میں فقروفاقہ بھی ہوتا ہے تو وہ خوش دلی کے ساتھ برداشت کرلیا جاتا ہے۔ اب بھی ہمارے مشرقی ممالک میں بہت سے ایسے خاندان ہیں کہ وہاں کھانے کو مشکل سے ملتا ہے لیکن ان کو جنت کا مزہ آتا ہے کیونکہ آپس میں محبت ہے۔ وہ ایک دوسرے کا منہ دیکھ کر اپنا فقروفاقہ اور اپنی تکلیف بھول جاتے ہیں۔ مغرب میں سب کچھ ہے۔ تمام وسائل کا قدموں میں ڈھیر لگ گیا ہے اور کائنات کی بہت سی طاقتوں کو انہوں نے مسخر کرلیا ہے۔ لیکن وہ اپنے دل کی دنیا کو اور اپنے گھر کو جنت میں تبدیل نہیں کرسکتے۔ جیسا کہ اقبال نے کہا ہے۔

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا

● جس نے سورج کی شعاعوں کو اپنی مٹھی میں لے لیا ہے۔ زندگی کی تاریکی کو صبح میں تبدیل نہیں کرسکا۔ اگر ڈاکٹر اقبال ہوتے تو کہتے کہ چاند تک پہنچنے والا اور ستاروں کی گزرگاہوں کی کھوج کرنے والا مغربی انسان اپنے افکار کی دنیا میں سفر نہ کرسکا اپنے گھر کو گلدستہ اور جنت کا نمونہ نہ بناسکا۔ جس نے دنیا کو جنت کا نمونہ بنانے کی کوشش کی اس کا گھر جہنم بنا ہوا ہے۔ بہت سے امریکی اور یورپین خاندان ایسے ہیں کہ ان کے گھر میں سکون کا کوئی سامان نہیں اس لیے آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ وہ باہر کی تفریحات کلب، ٹی وی، وی سی آر سینما میں سکون ڈھونڈتے ہیں۔ کیونکہ سکون ان کے گھروں میں نہیں آتا۔ گھر آکر ان کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ دنیاوی جہنم میں پہنچ گئے ہیں۔ بلکہ وہ گھر کی زندگی سے بھاگتے ہیں۔

● بہرحال اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اسلامی معاشرت کا ایک بنیادی تصور دیا ہے کہ معاشرہ ایک دوسرے کے احتیاج اور احترام پر قائم ہے۔

بقیہ: آپ کے مسائل

یعنی زید کی زوجہ صحت مند ہے مگر اولاد کی خواہش نہیں رکھتی وہ زید کی زوجہ اول (مرحومہ) کے یتیم بچوں کی پرورش کی وجہ سے مزید اولاد نہیں چاہتی اور کہتی ہے کہ اگر میرے بچے ہوئے تو زید کے یتیم بچوں کی پرورش میں یقیناً" فرق آئے گا۔ کیا یہ عذر عزل کے جواز کے لئے قابل قبول ہے؟

(محمد قاسم میمن کراچی)

جواب: ۔۔۔ بلاعذر شرعی عزل مکروہ اور طریقہ مذمومہ ہے اور جو عذر سوال میں مذکور ہے یہ عذر، عذر شرعی نہیں اس لئے کہ محبت و الفت کا پیدا ہونا اللہ پاک کی جانب سے ہے اگرچہ آپ کی سوچ ماشاء اللہ بہت اچھی ہے لیکن نعمت ذریت اور کثرت اولاد سے اعراض ناعاقبت اندیشی ہے۔ باقی زوجہ اول کی اولاد اور اپنی نسبی اولاد میں مساوات کے پیمانے شریعت نے مقرر کر دیئے ہیں ان پر عمل پیرا رہیں ان شاء اللہ تعالیٰ عدل پر قیام اور ظلم سے اجتناب رہے گا اور اللہ تعالیٰ کی خصوصی مدد و رحمت بھی شامل حال رہے گی۔

بہرکیف آپ اپنی سوچ بدلیں اسی میں دنیا و آخرت کی بہتری ہے۔

قال اللہ تعالیٰ فی القرآن الحکیم
ولاتقتلوا اولادکم۔۔۔۔۔الخ

(انعام آیات ۳۱)

قال علیہ السلام!
انما تنصرون و ترزقون بضعفاکم۔۔۔الخ

(الحدیث)

مہر کی کم سے کم رقم

سوال ۱: ۔۔۔ شریعت اسلامیہ میں مہر کی کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ مقدار کیا ہے؟

سوال ۲: ۔۔۔ ۳۲ روپے مہر میں مقرر کرنا جیسا کہ بعض لوگ کرتے ہیں کیسا ہے؟

(سید رئیس اللہ کورنگی کراچی)

جواب ۱: ۔۔۔ فقہ حنفی کی رو سے شریعت اسلامیہ میں مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم یعنی دو تولے ساڑھے سات ماشہ چاندی ہے۔ جس کی قیمت آج کے دن کی معلومات کے مطابق ۲۲۳/۷۵ روپے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ کی کوئی حد نہیں۔

جواب ۲: ۔۔۔ بعض لوگوں کا بتیس روپے کو شرعی مہر سمجھنا اور ٹھہرانا غلط ہے۔

(الفتاویٰ العالمگیریۃ ج ۱ ص ۳۲)

اقل المهر عشرة دراهم مضروبة او غير مضروبة يجوزون عشرة تبرا وان كانت قيمته اقل كذا في التبيين-

(امداد الفتاوی ج ۲ ص ۲۹۵)

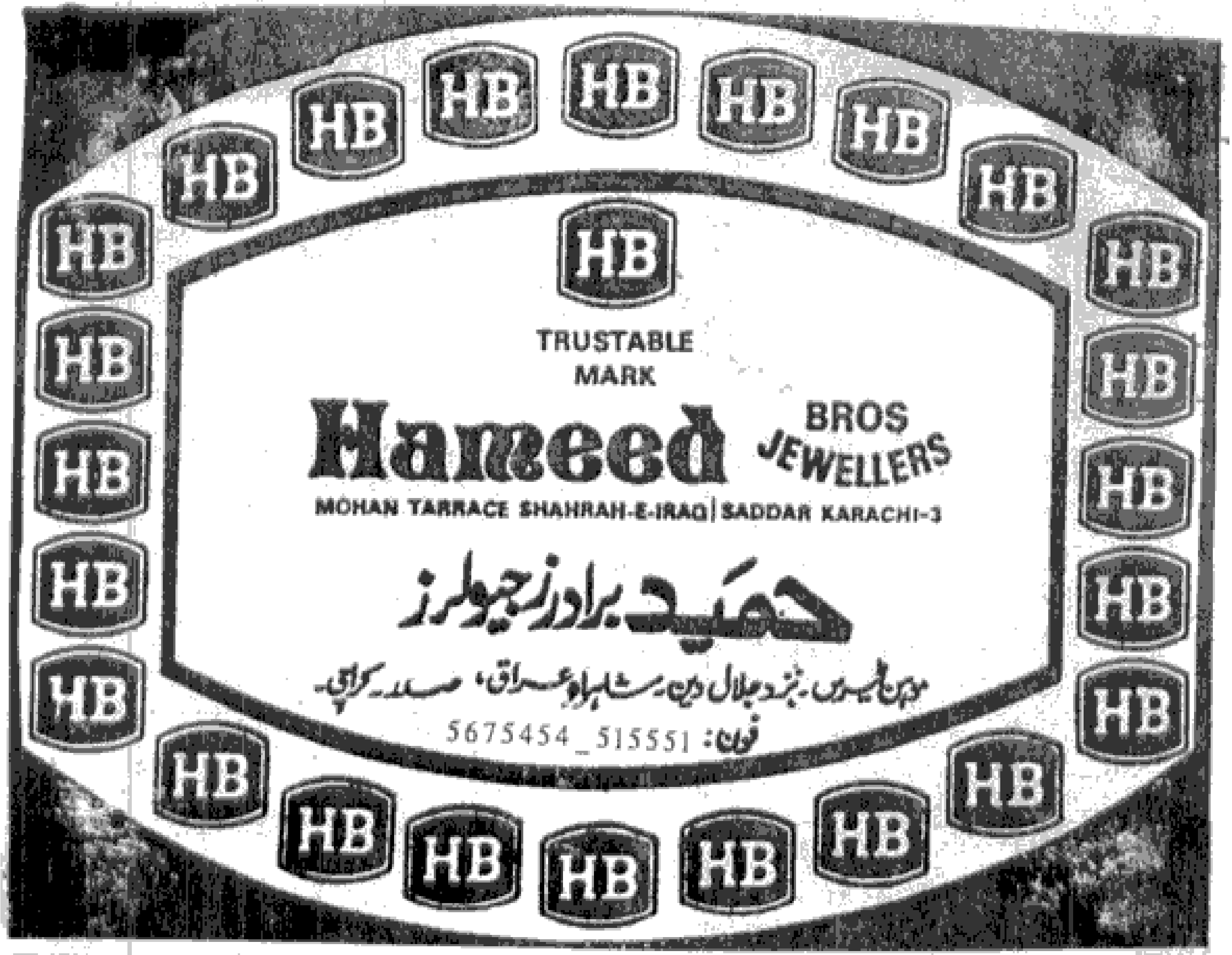

REGD. NO. SS- 180

گیارھویں عالمی

عظیم الشان

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام

سالانہ

ختم نبوت کانفرنس

برمنگھم

بروز اتوار

مورخہ ۱۱ اگست ۱۹۹۶ء بمقام جامع مسجد برمنگھم

۱۸۰ بلیک برن روڈ برمنگھم

زیر سرپرستی

حضرت مولانا خواجہ **خان محمد** صاحب مدظلہ امیر مرکزیہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

کانفرنس کے چند عنوانات

مسئلہ ختم نبوت • حیات و نزول عیسیٰ علیہ السلام • مسئلہ جہاد • قادیانیت کے عقائد و عزائم • مرزائیوں کی اسلام دشمنی اور اُن کی دہشت گردی ◎ کانفرنس میں جوق در جوق شرکت فرما کر ثابت کریں کہ ہم قادیانیت کو پنپنے نہیں دیں گے اور اُن کا تعاقب جاری رکھیں گے کانفرنس کو کامیاب بنانا تمام مسلمانوں کا فریضہ ہے

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ۳۵ اسٹاک ویل گرین لندن۔ ایس ڈبلیو ۹، ۹ ایچ زیڈ یو کے فون ۷۱-۷۳۷ ۸۱۹۹ ۰۱۷۱